بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

چودھویں صدی ہجری کی پوری مدت اہل اسلام کے لئے ایک آزمائشی اور ابتلائی مدت رہی ہے بالخصوص آخری چوتھائی میں تو وہ قیامت خیز بلائیں اور کرب انگیز حوادث رونما ہوئے کہ حساس و دردمند قلوب تڑپ گئے۔ یہ ابتلائیں کسی خاص ملک اور کسی مخصوص خطے میں محدود نہ تھیں بلکہ پورا عالم اسلام ہی ان کی لپیٹ میں رہا۔ انگریزوں کے تسلط سے لے کر قبلۂ اول کے سقوط نیز کعبۂ مقدس کے ہنگامہ اور افغانستان کے مظالم بیجا تک ایک مسلسل تاریخ ہے جہاں مسلمانوں کے قلوب جلے اور جگر ٹکڑے ہوئے ہیں۔ آزادی کے بعد سے ہندوستان کے مسلمان بھی حوادث کے دست برد کے مسلسل شکار رہے۔ ۴۷ء کے ہولناک خونیں ہنگاموں سے شروع ہو کر ۸۰ء کے مرادآباد، علی گڈھ، الہ آباد کے سنگین فسادات تک آگ اور خون کی ایک ایسی دردناک داستان ہے جس کے مخصوص تصور ہی سے جگر ٹکڑے ہوتا ہے۔ ملک کی وہ کون سی سرزمین ہے جسے مسلمانوں کے بے گناہ خون نے لالہ زار نہیں کیا ہے اور جہاں ان کی عصمت و آبرو کی دھجیاں نہیں بکھری ہیں! ان واقعات نے مسلمانوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ مایوسی اور شکستگی کے بادل چھاتے چلے جا رہے ہیں۔ اہل فکر اور اہل احساس اس کے اسباب وعلل کی تلاش میں مصروف ہیں۔ کسی کے نزدیک کچھ علت ہے، کوئی کچھ سبب بتا رہا ہے پھر اس کے علاج وتدارک میں بھی رائیں مختلف ومتضاد ہیں اور اخبارات نے تو ایسا ہنگامہ اور شور وغل برپا کر رکھا ہے کہ اخبار بیں طبقہ متحیر ہے کہ آخر کیا صحیح ہے اور کیا غلط؟ یہ صحافی کچھ کہہ رہا ہے اور وہ ایڈیٹر کچھ لکھ رہا ہے۔ اس سارے شور وشر میں مسلم عوام متحیر اور ششدر رہیں کہ ہمارے لئے راہ عمل کیا ہے۔ بد دلی اور مایوسی کی

کیفیات نے ان پر کچھ بوکھلاہٹ اور جھنجھلاہٹ بھی طاری کر دی ہے ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کون سی راہ چلیں اور اپنے درد کا کیا مداوا کریں ؟

قرآن کی آیات اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کے حالات میں جو تغیرات رونما ہوتے ہیں خواہ حوادث کے کوہ گراں ٹوٹ رہے ہوں طوفان بلا کی موجیں اٹھ رہی ہوں، سیلاب وطغیانی کی تباہ کاریاں ہوں، زمینی و آسمانی آفات کا نزول ہو، قحط سالی اور امساک باراں کی ہولناکیاں مخلوق کو بیتاب کئے ہوں، قتل وغارت گری کے واقعات سکون عالم کو درہم وبرہم کر رہے ہوں، فجائی اور ناگہانی موتیں سامان عبرت بن رہی ہوں، جان و مال کی تباہی قلوب پر خوف وہراس مسلط کئے ہو، آتش زدگی اور غرقابی کی رفتار تیز ہو رہی ہو یا زلزلے اور باد وباراں کے جھونکے نظام عالم کو متاثر کر رہے ہوں یہ اور اس جیسی بے شمار بلائیں بلاشبہ انسانوں کے اعمال بد کے نتائج اور غضب خداوندی کے مظہر ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ط (خشکی اور تری میں لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے خرابی اور بگاڑ پھوٹ پڑا تاکہ ان کے کچھ اعمال کا مزہ اللہ تعالےٰ چکھا دیں۔ شاید اس طرح وہ باز آجائیں)

دوسری جگہ فرماتے ہیں وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ط (اگر خدائے تعالیٰ لوگوں کے اعمال پر انکی گرفت کرنے لگیں تو روئے زمین پر کسی بھی چلنے والے کو نہ چھوڑیں مگر انھیں ایک مدت مقررہ تک مہلت دے رکھی ہے، جب وہ مدت آجائے گی تو اللہ تعالےٰ اپنے ہر ایک بندے کو نگاہ میں رکھے ہوئے ہیں)

یہ دونوں آیتیں اس بات کی قطعی دلیل ہیں کہ بحر وبر کا فساد اور روئے زمین کی آفات اور بلائیں نتیجہ ہیں محض افعال عباد کی یعنی انسانوں کے اعمال وکردار کی یہ تاثیرات ہیں جو مختلف ہولناکیوں اور زلزلہ وطوفان کی صورتیں اختیار کر کے ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں، پھر لطف یہ کہ اعمال کی یہ تاثیرات مکمل رونما نہیں ہوتیں بلکہ جو کچھ ہمارے سامنے آتا ہے اور جن مصائب

وحوادث کے ہم شکار ہوتے رہتے ہیں وہ ان تاثیرات کا محض قدر قلیل حصہ ہے ورنہ اگر انسانوں کے اعمال بد کے تمام مضمرات اور مخفی اثرات ظاہر ہونے پر آجائیں تو زمین کی یہ پشت کسی بھی جاندار کا بوجھ اٹھانے سے قطعی انکار کر دے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ط (جو کچھ مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کا ثمرہ ہے اور بہت سے افعال سے تو اللہ تعالیٰ درگزر فرما دیتے ہیں۔)

اعمال کے جزاء وسزا کی یہ صورت اس درجہ بدیہی اور واضح ہے کہ جس شخص کے دل میں ایمان کا چراغ روشن ہو۔ خواہ اس کی روشنی کیسی ہی ضعیف اور مضمحل ہو اس کو جانتا پہچانتا ہے۔ مگر آج کل حالات نے کچھ ایسا رخ اختیار کر لیا ہے۔ اور غالباً بلکہ یقیناً یہ حد سے بڑھی ہوئی دنیاداری، اسباب پرستی اور کفر وشرک کی بالادستی کے منحوس اثرات ہیں۔ کہ جب اور جہاں کوئی ارضی وسماوی بلا ٹوٹتی ہے تو عام نگاہیں اپنے اپنے اعمال وکردار کا احتساب کرنے اور مسبب حقیقی اور خدا تعالیٰ کی جانب لو لگانے کے بجائے اس کے اسباب وعلل کا سرچشمہ کہیں اور تلاش کرنے لگ جاتی ہیں۔ کبھی زلزلہ اور طوفان آیا یا آندھی اور سیلاب نے تباہ کاری مچائی تو پورا محکمۂ موسمیات اس کی تحقیقات میں مصروف ہو جاتا ہے وہ دماغ کا زور لگا لگا کر اس کے اسباب اور پھر اس کے تدارک کی تدبیریں بتا کر ملک وقوم پر احسان عظیم کرتا ہے، کبھی قتل وخون اور غارت گری کی واردات پیش آئی اور ایک انسان دوسرے انسان کے لئے درندہ بنا، فرقہ پرستی کے شعلہ بار عفریت نے خونریزی اور عصمت دری کی آگ برسائی تو اس کی علت اور وجہ آپس کے سیاسی جھگڑوں میں ڈھونڈی جانے لگی اور ہر پارٹی اپنی مخالف پارٹی کو تمام واقعات کا ذمہ دار ٹھہرا کر مطمئن ہو گئی گویا سب مسئلہ حل ہو گیا۔

یہ تلاش وجستجو درحقیقت اپنے اصل مرکز سے بہت دور ہٹ کر ہوتی ہے۔ یہ نگاہیں سراب کے پیچھے دوڑتی ہیں اور اصل مقصد کا سراغ کسی کو نہیں ملتا، ڈال پات کو سینچنے والے جڑوں کو فراموش کر کے باغ وبہار کی جستجو میں حیران ہیں لیکن چمن ہے کہ خشک ہوتا جا رہا ہے اور یہ سر پیٹ رہے ہیں کہ ہائے ہماری تمام تر کاوشیں ناکام ہوتی جا رہی ہے۔

انسان اپنے علم وتدبیر کی نارسائی کا ایسا دردناک منظر دیکھ رہا ہے لیکن اس پر بھی وہ صحیح راہ چھوڑ کر غلط اور تنگ و تاریک وادیوں میں ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے

ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ ان مصائب وحوادث کے اسباب وعلل اور ان کے علاج اور مداوا کی اگر تلاش ہے تو انھیں اپنی ذات اور اعمال وکردار سے باہر تلاش کرنا بے سود ہے۔ تعجب تو اہل اسلام سے ہے کہ ان میں بھی ایک بڑی تعداد اپنی تلاش وجستجو کی مہم میں ٹھیک انھیں تیرہ وتار راہوں پر جانکلی ہے جن پر کفر وشرک میں مبتلا قومیں سرمارا کرتی ہیں، ان کے ہاتھ میں تو اللہ تعالیٰ نے وہ روشن اور محکم کتاب دے رکھی ہے جس میں ہر بیماری کی حقیقی علت اور ہر درد کا درماں پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید پڑھو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ مصائب ونوائب کا اصل سرچشمہ کیا ہے وہ ہے حق تعالیٰ کی نافرمانی اور عصیان اور پھر اس کے نتیجہ میں اس کی نگاہ قہر آلود۔

قرآن مجید پڑھو اور دیکھو کہ ابلیس کو سمٰوات کی بلندی سے خاک مذلت کی پستی پر کس چیز نے دے پٹکا؟ اس کی گردن میں لعنت ابدی کا طوق کیوں ڈالا گیا؟ اور وہ قرب ووصال کے آشیانے سے نکال کر بعد وفراق کے جلتے ہوئے بیابان میں کیوں بھٹکایا گیا۔ تمھیں اسمیں قوم نوح کے طوفان عظیم کی بھی خبر ملے گی یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ قوم عاد کی جڑیں ہوائے تند و بادِ صرصر نے کیوں اکھاڑ پھینکیں اور قوم ثمود کے کلیجے ایک ہی چیخ میں کیوں بھٹ کر رہ گئے۔ تمھیں اسی کتاب میں سدوم کی باشندہ قوم لوط کی دردناک داستان بھی ملے گی جسکو زمین سمیت آسمان کے قریب لے جاکر الٹ دیا گیا اور زبردست پتھروں کی بے پناہ بارش سے ان کا وجود چکنا چور کر دیا گیا، تم قوم شعیب کی حکایت بھی سنو گے جس پر آگ کا عذاب بشکل سائبان آیا تھا، پھر فرعون کا حال بھی اس میں ملے گا کہ وہ اپنے لشکر سمیت کیونکر پانی کی راہ سے جہنم کی آگ میں جھونکا گیا، وہیں تمھیں قارون بھی اپنے اموال وخزائن سمیت زمین میں دھنستا ہوا نظر آجائیگا، تمھیں بنی اسرائیل کے ان ہولناک مصائب کی اطلاع بھی اسی قرآن میں ملے گی جب وہ بار بار ہلاکت کے شکنجوں میں کسے جاتے رہے۔ ان سب واقعات کا اصل راز اور ان کی حقیقت کا اصل سراغ بھی قرآن نے بتا دیا ہے۔ وہاں نہ

سائنسی اسباب کا بیان ہے نہ فلسفی اور نہ کچھ اور بلکہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ وہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے)۔

یہ سارے واقعات مصائب ونوائب کے اصل سرچشمہ کا پتہ دیتے ہیں قرآن مجید میں یہ واقعات محض تاریخی داستان کے طور پر نہیں بیان کئے گئے ہیں بلکہ یہ ایک انتباہ ہے کہ جو قوم وملت بھی ان افعال بد کی مرتکب ہوگی جن میں گذشتہ اقوام مبتلا تھیں تو پاداش عمل کا وہی دستور یہاں بھی دہرایا جائے گا۔ قرآن کا اصل روئے خطاب مسلمانوں ہی کیطرف ہے انھیں خاص طور سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ نافرمانی ومعصیت اور کوتاہی کردار وعمل کی آگ کہاں کہاں لگ رہی ہے جس کی لپیٹ میں آکر ہماری جان مال عزت وآبرو جل رہی ہے اور پوری دنیا میں ہم پر ایسے خونخوار بھیڑ یئے مسلط ہو گئے ہیں جن کی پیاس بجز مسلمانوں کے خون کے اور کسی چیز سے بجھتی ہی نہیں، اصل غور کرنے کی چیز یہی ہے۔

حضرت مالکؒ بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے کتب حکمت (یعنی گذشتہ آسمانی کتابوں) میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں، بادشاہوں کا مالک ہوں ان کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، پس جو شخص میری اطاعت کرتا ہے اس پر ان بادشاہوں کو مہربان کر دیتا ہوں اور جو میری نافرمانی کرتا ہے میں انھیں بادشاہوں کو اس پر سزا اور عقوبت کے لئے مسلط کر دیتا ہوں اس لئے تم بادشاہوں کو برا کہنے میں مشغول نہو، میری طرف رجوع ہو میں انکو تم پر نرم کر دوں گا۔ امام احمدؒ نے وہب سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ جب میری اطاعت کی جاتی ہے تو میں راضی رہتا ہوں، برکتیں دیتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور جب میری اطاعت نہیں ہوتی تو غضبناک ہوتا ہوں، لعنت کرتا ہوں اور میری لعنت کا اثر ساتویں پشت تک رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں سے (ان کی بداعمالیوں اور ناسزا حرکتوں کا) انتقام لینا چاہتے ہیں تو بچے بکثرت مرتے ہیں اور عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں

ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زلزلہ آنے کا سبب دریافت کیا انھوں نے فرمایا کہ زنا کو لوگ بے باکی سے امرِ مباح کی طرح کرنے لگتے ہیں، شراب پیتے ہیں، موسیقی اور گانے بجانے کا رواج ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو آسمان پر غیرت آتی ہے اور زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ انکو ہلا ڈال۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم دس آدمی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمانے لگے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ تمھیں ان سے اپنی پناہ میں رکھے۔ جب کوئی قوم بے حیائی کے افعال میں علی الاعلان مبتلا ہو گی تو اس میں طاعون جیسی خطرناک وبا پھوٹ پڑے گی اور اس کے علاوہ وہ ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے کہ ان کے اگلوں نے کبھی سنا بھی نہو گا۔ اور جب کوئی قوم ناپ وتول میں کمی دستور بنالے گی تو وہ قحط وتنگی اور ظلم کے کاموں مبتلا ہو گی، اور اگر کہیں زکوٰۃ ترک کی جانے لگے گی تو وہاں بارانِ رحمت کا نزول بند ہو جائے گا۔ اگر چوپائے نہوں تو آسمان سے ایک قطرہ پانی کا نہ گرے اور عہد شکنی میں مبتلا ہونے والی قوم پر دوسری قوموں کے دشمن مسلط کر دیئے جائیں گے جو زبردستی ان کے مال ودولت کو چھین کر اپنے تصرف میں لائیں گے۔

ان جواہر پاروں پر غور کر کے ہمیں اپنی حالت کی تشخیص کرنی چاہئے۔ اب کیا بات ہے جو باقی رہ گئی؛ لوٹ، مار، قتل وغارتگری، حادثات کی کثرت، ناگہانی اموات کی بہتات، اشیائے ضروریہ کی گرانی وکمیابی، نقلی چیزوں اور ملاوٹ کی فراوانی، اسباب زندگی کی تنگی، جان و مال پر ہمہ وقتی خطرات اور ان کے علاوہ غیر معمولی حالات کی یورش ویلغار۔ یہ سب کس کا نتیجہ ہیں؟ یقیناً ہماری ہی کوتاہیاں اور بداعمالیاں ہیں جو یہ غیر معمولی صورتیں اختیار کر رہی ہیں

جن حضرات کے قلوب مسلمانوں کے درد وغم سے لبریز ہیں بالخصوص علماء ومشائخ وہ اس صورت حال سے بہت پریشان ہیں۔ وعظ ونصیحت سے، تقریر وتحریر سے، دعاء و مناجات سے جیسے بن پڑتا ہے مسلمانوں کو سبھالنے، جگانے اور صحیح راہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انھیں احساس ہے کہ مسلمانوں پر مصائب وآلام کے جو آتش فشاں پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں اس کے لاوے باہر سے نہیں خود انھیں میں سے پھوٹ رہے ہیں اس لئے

انھیں خود اپنے ہی میں تبدیلی کرنی چاہئے احوال ان کے اعمال کے تابع ہیں ۔ مثال کے طور پر حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

موجودہ غیر معمولی حالات اور حوادث جن کو "اتفاقی" کے بے معنیٰ لفظ سے یاد کر کے ان کی اہمیت کو ضائع نہیں کیا جا سکتا صاف بتلا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس موجودہ جاہلی طرز زندگی سے جسمیں دعوت کی روح ، دین کے لئے جد وجہد وایثار، آخرت کی فکر اور ایمانی زندگی کی کیفیات نہ ہوں ہرگز راضی نہیں یہ بھی اس کی خاص رحمت اور اس امت کے ساتھ خصوصیت ہے کہ وہ ان کو اس طرز زندگی پر زیادہ دن تک قائم رکھنا نہیں چاہتا۔ کسی ایک ہفتہ کے واقعات یا کسی ایک ہی دن کا اخبار دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ گویا مسلمان ہر جگہ جھنجھوڑے اور جگائے جا رہے ہیں اور مختلف قسم کے اشارات اور خطرے کی علامات ان کی تنبیہ و عبرت کا سامان کر رہے ہیں ۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ امت کے لئے ایک زندگی سے دوسری زندگی کو منتقل ہونے کا مرحلہ یا دوراہا سامنے آگیا ہے اور عالمگیر پیمانے پر ان میں تبدیلی یا انقلاب کا سامان ہو رہا ہے اور ان کو اپنا منصب ومقام یاد دلایا جا رہا ہے ۔ دنیا میں جا بجا خصوصاً ہمارے ملک میں ان واقعات کا اثر پڑ رہا ہے اور مسلمانوں میں اپنے مقصد زندگی اور اصل مشغلۂ زندگی کی طرف بازگشت کے کچھ آثار ضرور ہیں ۔

(تعمیر حیات ۱۰ر جنوری ۱۹۶۳ء)

اور یہ تو ایک مثال ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت نجانے کتنے اہل درد امت مسلمہ کی اس زبوں حالی پر بے چین و مضطرب ہوں گے۔ حضرت اقدس عارف باللہ مولانا قاری شاہ **محمد مبین** صاحب دامت برکاتہم جانشین وخلیفہ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ **وصی اللہ** صاحب قدس سرہٗ بھی موجودہ حالات پر بہت بیقرار ومضطرب رہتے ہیں حضرت کو خیال ہوا کہ مصائب وحوادث کے غیر معمولی حالات کے متعلق حضرت

مصلح الامت قدس سرہٗ کے فرمودات جو متفرق طور پر رسالہ "معرفتِ حق اور وصیۃ العرفان" میں جا بجا شائع ہو چکے ہیں، اگر انھیں قرینے اور سلیقے سے مرتب کر کے شائع کر دیا جائے تو بحالات موجودہ امت مسلمہ کی ایک مفید خدمت ہوگی۔

حضرت مصلح الامت رح کے دردمند اور پرتاثیر کلمات کا سوز و گداز اور ان کی حرارت نیز ان کے انفاس قدسیہ کی دل آویزی و اثر خیزی محتاج بیان نہیں، جن خوش نصیب افراد نے آپ کی مجالس میں شرکت کی ہے یا آپ کے ملفوظات مذکورہ رسالوں میں پڑھے ہیں وہ اس کے شاہد و معترف ہیں۔ کتنی ہی زندگیاں ہیں جن کی حضرت کے ارشادات سے کایا پلٹ گئی۔ حضرت قاری صاحب کے منشاء کی تعمیل میں متفرق رسالوں سے یہ مضامین اقتباس کر کے ایک مرتب شکل میں پیش کئے جا رہے ہیں، ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ حضرت مصلح الامت رح نے کس درجہ دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ مسلمانوں کو صبر و ضبط اور حزم و تدبر کا سبق دیا ہے، انھیں اللہ کے ساتھ ربط و تعلق، دعاء و انابت، اتباعِ شریعت، خوفِ خداوندی، تقویٰ و اخلاص کی ترغیب دی ہے اور پھر انھیں خداوند تعالیٰ کی نصرت و اعانت کی بشارت سنائی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ان فرمودات سے مسلمانوں کے ٹوٹے ہوئے دل عزم و ہمت کی نئی توانائی اور ایمان و یقین کی نئی تازگی پائیں گے اور انھیں توبہ و انابت، رجوع الی اللہ اور تقویٰ و اخلاص کی سچی توفیق ملے گی اور ان کے اکھڑتے ہوئے قدم پھر سے جم جائیں گے۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

اعجاز احمد

کمترین خدام حضرت والا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مقدمۂ طبع ثالث

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی ۔

امابعد ۔

سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے، کس کا ماتم کیا جائے اور کس سے شکوہ؟ فسادات کے شعلے بھڑک رہے ہیں، بہتے لہو، سربریدہ لاشیں، ویران مکانات، تاراج و برباد حویلیاں، وحشت و بربریت کے عفریتی شعلے مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا افسانہ سنا رہے ہیں، جان و مال کے محافظین عزت و عصمت کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں اور لٹیرے درندوں کی پیاس ہے کہ بجھتی ہی نہیں ۔ آشفتہ حالی و بےبسی، دینی و دنیوی تباہی، سراسیمگی و پریشاں حالی کے ایسے ہی فتنہ کے وقت میں مجدد الملت حضرت مولانا تھانویؒ قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا تھا " مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اسکے نتائج کا تصور اگر کھانے سے پہلے آجاتا ہے تو بھوک اڑ جاتی ہے اور اگر سونے سے پہلے آجاتا ہے تو نیند اڑ جاتی ہے "

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے ۔ امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

ایک مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا وہ اپنی ایمانی فراست سے ہر دام تزویر و فریب کو بکھیر کر رکھ دیتا ہے ۔ مگر یہ کیسی بےحسی ہے؟ کیسا جمود ہے اور کتنا سنگین تعطل کہ جن ارباب اقتدار و اہل ہوس کے بدست وہ ایک مدت دراز سے مسلسل دبتے پستے اور کچلتے جارہے ہیں انکی معاشی، اقتصادی، تعلیمی توانائیوں کے تار و پود منتشر ہوتے چلے جارہے ہیں صد حیف! ان سادہ لوحوں کا دامن امید انہی ارباب اقتدار کے شفاخانوں سے وابستہ ہے اور اسی شاخ پر آشیانہ کی فکر تعمیر ہے جہاں پر بجلیاں گرتی چلی آئی ہیں اور انھیں کے پیچھے دوڑ دوڑ کر جارہے ہیں جن گمراہ کن قائدین نے انھیں بےبسی آشفتہ حالی

کے ایسے میدان میں لا کھڑا کردیا ہے جہاں مسلم معاشرہ کا ایک ایک فرد بھٹکے ہوئے مسافر کی طرح ہر ایک سے پوچھتا ہے کہ کدھر کو جاؤں میں؟ انکی توجہ دوسری سمت ہوتی ہی نہیں بالفاظ دیگر اپنے روز و شب کے معمولات، اعمال و کردار کے احتساب و جائزہ پر نظرثانی بھی نہیں کرتے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

افسوس! قتل و خونریزی کے اتنے ہنگامے کے بعد بھی غفلت و سرمستی کی آنکھیں ابتک بند ہیں، توبہ و انابت کا دریچہ کھلا نہیں، انکے دماغوں پر بے حسی اور بدعملی کا خمار اپنے حال پر ہے۔ قرآن کی بلیغ ترین تعبیر (اَم عَلٰی قُلُوبٍ اَقفَالُہَا) انکے قلوب پر بے توفیقی کا قفل لگ گیا ہے، قدرت تازیانہ پر تازیانہ مارتی چلی جارہی ہے، خدائی عبرت اور موعظت کی ٹھوکروں اور ضرب مسلسل سے انکے جسم بھی زخمی ہوگئے، دین بھی گیا، دنیا بھی گئی مگر بایں ہمہ کیا مجال کہ ہوش و بیداری کی ایک کروٹ بھی لے لیں اور (حبل اللہ) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں جس کے چھوڑنے سے یہ نتائج و خمیازے بھگتنے پڑ رہے ہیں۔ کاش مسلمان احتساب کرتا۔ اعمال کا جائزہ لیتا، وہ کہاں پر ہیں؟ کدھر جارہے ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی پرستش کرنیوالوں پر دار و گیر کب ہوتی ہے؟ وہ کون سے اعمال ہیں جنکے ارتکاب پر غضب الٰہی، بطش شدید مختلف شکلوں میں ہوتا ہے اور ہو رہا ہے۔ دعائیں کیوں نہیں قبول ہوتیں اور کب نہیں ہوتیں بے درد و ظالم حکام کب مسلط کردیئے جاتے ہیں، مساجد کی بیحرمتی کب ہونے لگتی ہے ایمانی قلوب میں بزدلی کیسے جاگزیں ہو جاتی ہے، جرأت کفر کب بڑھتی ہے، رعب مومن کیونکر گھٹتا ہے۔ عورتوں، بچوں، ناتوانوں حتیٰ کہ صالحین عذاب الٰہی کے مورد کب ہو جاتے ہیں، وہ کون سے نازک لمحات ہیں جب امت کے اولیا و صالحین کی دعائیں بھی نامقبول ہو جاتی ہیں، ان سب کے جوابات قرآن و حدیث کے صفحات میں موجود ہیں۔

(غور طلب بات) آج ایک مسلم معاشرہ میں کیا کچھ نہیں ہوتا معاصی کی تمام اقسام کا ارتکاب، جرأت و جسارت کے ساتھ جرائم پر عمل، شریعت مطہرہ کا ایک ایک عمل

انکے پیروں تلے روندا جارہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ کا ایک ایک فرد اپنے گھر محلہ و معاشرہ کا جائزہ لے اور احتساب کرے، کیا ہمارے اندر دنیا کی محبت، حرص و طمع، بخل و بزدلی، خیانت و دورخاپن، جھوٹ و جھوٹی شہادت، جھوٹی قسم، افواہوں کو پھیلانا، زبان کی بے لگامی، غیبت و چغلخوری، فحش گوئی و بدزبانی اور پھر بالخصوص علانیہ شراب خوری، قمار بازی، قتل و خونریزی، ٹی وی و سینما بینی، فحاشی و عریانی و باہمی نزاعات کا طوفان وغیرہ جیسے رذائل پیوست نہیں ہوگئے ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز (اَقِیْمُوا الصَّلوٰۃَ) پابندیٔ نماز اور دین کے اہم ستونوں کو پس پشت نہیں ڈال دیا گیا ہے۔ کیا قرآنی آیت (فَنَبَذُوْہُ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ، انھوں نے (احکام الٰہی) کو اپنے پس پشت ڈال دیا ہے) اور (وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ، انھوں نے خواہشات نفسانی کی اتباع کر لی ہے) کی تکمیل میں کوئی کسر باقی رہ گئی ہے؟ پھر جب شریعت سے غفلت و اعراض کے قدرتی نتائج پیدا ہوں تو غیروں کے ظلم و ستم کا ذکر کرنا عقل و دانائی کی بات نہیں اور اللہ کی نصرت کی امید، تائید غیبی کا انتظار ایک خوش فہمی اور کج خیالی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ایک شخص کے قصر و عمارت کو ڈھاتے ہوئے چلے، اسکے خون سے سینچے ہوئے چمن کے ایک ایک پھولوں کو پیروں تلے مسلتے جائیے پھر صاحب چمن سے اعزاز واکرام کی توقع ... این خیال است و محال است و جنوں۔

اب ایک عرصہ گذر گیا اور ملت کے مسائل کے حل کے لئے نوع بنوع تجاویز و مقاصد پر عمل درآمد کر لیا گیا، تدابیر اختیار کر لی گئیں، دوڑ دھوپ بہت ہوگئی مگر مسلمانوں کی رنگ و بو میں الجھی ہوئی نگاہ، ہر چہار سو کھوئی ہوئی عقل جب اپنی تگ و دو پر پڑتی ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ منزل قریب نہیں بہت دور ہوگئی ہے (یَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاءً حَتّٰی اِذَا جَاءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْئًا)

الغرض جو ٹھوکریں لگ چکی ہیں اور لگ رہی ہیں اور نوع بنوع حادثات و فسادات کے بعد اب مسلمانوں کو یہ یقین کر لینا چاہئے کہ تجویزیں خواہ کیسی ہی کر لی جائیں اجتماع ایک نہیں سیکڑوں منعقد کر لئے جائیں، اخبارات کے اندر جذبات میں ہیجان پیدا کرنے والی سرخیاں اور آنسوؤں میں ڈوب جانے والے مقالے کیوں نہ لکھ ڈالے جائیں، واعظانہ زور بیان

اور فلک شگاف نعروں سے درودیوار تھرا اٹھے، سڑکوں و ذاتی مجلسوں میں انتظامیہ کی غفلت، حکومت کے ظلم وستم، جبر و قہر کی کتنی ہی کہانیاں دہرائی جائیں مگر یہ سب باتیں یہ تمام کارروائیاں بے سود و بے مقصد ہیں۔

پھر سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے موجودہ اضطراب و بے چینی اور دینی و دنیوی مسائل کا حل کیا ہے؟ ان کے زخموں کا مرہم کہاں اور کون سا ہے؟ ان کے مستقبل کی تابناکی کا مدار کن اعمال پر موقوف ہے؟ یقیناً اسلامی تاریخ، قرآن و حدیث نیز مسلسل و پیہم تجربوں کی روشنی میں قسم کھاکر کہا جا سکتا ہے کہ ان کے نہ صرف دینی بلکہ دنیاوی عروج و ترقی کا انحصار بھی صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل، معاصی اور گناہوں سے اجتناب پر ہے اور صرف اسی سیاست کے اختیار کرنے میں ہے جو قرانی بنیادوں، صبر و تقویٰ پر قائم ہو۔ امام مدینہ مالک بن انس رضؓ کے الفاظ میں لَنْ يُّصْلِحَ آخِرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا مَا صَلُحَ بِهٖ اَوَّلُهَا اس امت کے آخری دور کی اصلاح بجز اس طریق کار کے نہیں ہو سکتی جس کے ذریعہ اسکے دور اول کی اصلاح ہوئی تھی یعنی قرآنی نظام اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و تعلیمات کے ذریعہ ہی مسلمان دینی و دنیوی ترقی کر سکتا ہے۔ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ مسلمانوں نے جب جب صراط مستقیم سے کنارہ کشی کی، ایمانی تقاضوں پر دنیوی طلب و ہوس، سیاسی اغراض و مقاصد غالب آنے لگیں، اعمال صالحہ میں غفلت و کوتاہی شروع ہو گئی تو دنیا کی کوئی مادی قوت و طاقت انکو ذلت و پستی رسوائی و پسپائی سے نہ بچا سکی۔ انکی مضبوط و مستحکم حکومت میں شگاف پیدا ہو گیا، طویل و عریض سلطنت خود بخود سمٹنے لگی، عظمت و دبدبہ کا تاج انکے سروں سے اتار پھینکا گیا، انکی کج روی کی پاداش میں دوسری قوموں کو عزت و عظمت کا تاج پہنا دیا گیا نہ اندلس کے قصر حمراء و زہرا کے بام و در کام آ سکے نہ ہی تاج محل کا حسن اور قطب مینار کی بلندی پسپائی و غلامی سے بچا سکی۔ قرآن کا صاف اعلان ہے کہ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ) اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی (دین کی)

مدد کرو گے تو اللہ جل شانہ تمھاری مدد کرے گا۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے (اِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهٖ) اگر اللہ تعالےٰ تمھاری مدد کریں تو کوئی بھی تم پر غالب نہیں ہو سکتا اور اگر وہ تمھیں رسوا کرے تو کون ہے وہ جو تمھاری مدد کرے گا اسکے بعد۔ اسلامی تاریخ کا ایک ایک ورق اس حقیقت پر شاہد عدل ہے کہ انھیں افراد و قوموں پر کامیابی و کامرانی کے دروازے کھلے ہیں جنھوں نے شریعت کے ایک ایک جزو اور خدوخال کے زندہ نقوش اپنے اندر پیدا کر لئے ہیں۔ اور جن مسلمانوں سے اللہ تعالےٰ نے دنیاوی حکومت کا وعدہ بھی فرمایا ہے وہ بھی وہی ہیں جن میں ایمان کے ساتھ عمل صالح ہو۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔۔۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ۔

صحابۂ کرام اور انکے متبعین نے اس چیز کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ تعلق مع اللہ اور اطاعت رسول ہی دارین کی فلاح و نجاح کی بنیاد ہے چنانچہ قدم قدم پر نصرت خداوندی ان کے ساتھ تھی اور جہاں کہیں ان سے بھی لغزشیں سرزد ہوئیں وہاں مشکلات اور شدائد کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمانوں کی فتح و نصرت کا سب سے بڑا سبب تعلق مع اللہ، اطاعت رسول گناہوں سے اجتناب ایک بدیہی مسئلہ ہے۔ چنانچہ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہر موقع و ہر مرحلہ پر اسکی تاکید فرماتے تھے۔ فارس کی لڑائی میں جب اسلامی فوجیوں کے گھوڑے دریائے دجلہ میں طغیانیوں کے باوجود دوڑ رہے تھے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ بار بار یہ فرماتے جاتے تھے وَاللّٰهِ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ وَلِيَّهٗ وَلَيُظْهِرَنَّ دِيْنَهٗ وَلَيَهْزِمَنَّ عَدُوَّهٗ مَا لَمْ يَكُنْ فِي الْجَيْشِ بَغْيٌ اَوْ ذُنُوْبٌ تَغْلِبُ الْحَسَنَاتِ۔ خدا کی قسم اللہ جل شانہٗ اپنے دوستوں کی مدد اور اپنے دین کو ضرور غالب کریگا اور دشمنوں کو مغلوب کریگا جب تک کہ لشکر میں ظلم یا زنا نہوا ہو اور نیکیوں پر گناہ غالب نہ ہو جائیں۔ امیرالمومنین فاروق اعظمؓ نے جب عتبہ بن غزوان کو فارس ہی کی ایک لڑائی میں امیر لشکر بنا کر بھیجا تو وصیت فرمائی اِتَّقِ اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتَ وَاحْكُمْ بِالْعَدْلِ وَصَلِّ الصَّلٰوةَ لِمِيْقَاتِهَا وَاَكْثِرْ ذِكْرَ اللّٰهِ جتنا ممکن ہو تقویٰ کا اہتمام رکھنا، نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا، فیصلہ میں انصاف کا

اہتمام رکھنا اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا۔ اسی جلیل القدر شخصیت نے اپنے عہدِ خلافت میں تمام مسلم حکام کے نام یہ فرمان بھیجدیا تھا اِنَّ اَھَمَّ اَمْرِکُمْ عِنْدِی الصَّلٰوۃُ فَمَنْ ضَیَّعَھَا فَھُوَ لِمَا سِوَاھَا اَضْیَعُ میرے نزدیک تمھارے سب کاموں میں سب سے زیادہ اہم کام نماز ہے جس نے اسکو ضایع کردیا وہ دوسرے اعمال کو اور بھی زیادہ ضایع کرے گا۔ فاتح مصر عمرو بن العاص کو مصر کا محاصرہ کئے ہوئے ابھی صرف ایک مہینہ گذرا تھا کہ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو اتنی تاخیر بھی بہت گراں گذری، فوراً تاخیر فتح کی تشخیص اور اسکے علاج کی یہ تجویز و تدبیر فرمائی کہ معلوم ہوتا ہے تمھارے دل میں مصر و قاہرہ کے اموال عظیمہ کی طمع اور اخلاص عمل میں کمی آگئی ہے، یہی سبب تاخیر فتح کا ہورہا ہے جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد اپنے ان خیالات سے توبہ اور نصرتِ الٰہی کی دعا کرکے یکبارگی حملہ کردو۔ عمرو بن العاص نے حکم کی تعمیل کی تو اسی روز مصر کا پایۂ تخت ان کے قدموں میں آگیا۔ غور کرنا چاہئے اور بار بار اپنے ذہن و دماغ کو اس نکتہ کی جانب متوجہ کرنا چاہئے کہ جن لوگوں کا تعلق براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو، فیضان نبوت کی نورانی کرنیں انکے رگ و پے میں پیوست ہوچکی ہوں جنھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عشق و محبت میں وضو کے غسالہ تک کو اپنے اندر جذب کرلیا ہو جو خدا کیطرف سے دین کے مبلغ و محافظ قرار دیئے گئے ان میں وہ نفوس قدسیہ بھی شامل ہیں جنھیں دنیا ہی میں جنت اور رضوانٌ مِّنَ اللہ کی بشارت مل گئی تھی انھوں نے بھی اعمال کیطرف کسقدر توجہ کی اور معمولی سی خطاؤں اور لغزشوں کی تلافی میں کس حد تک اہتمام سے کام لیا۔ الغرض ہماری فتح و ظفر کی روح اطاعت خداوندی و اعمالِ صالحہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ صحابۂ کرام اور ان کے متبعین تو درکنار اسلامی فرمانرواؤں میں سب سے بڑے مجرم و ظالم حجاج بن یوسف ثقفی کا ایک فرمان نمونہ کے لئے دیکھئے، یہ فرمان یا خط فاتح سندھ محمد بن قاسم کے نام اسوقت پہونچا جب محمد بن قاسم نے دریائے سندھ عبور کرلیا تھا اور طاقت ور راجہ داہر کی زبردست فوجوں سے مقابلہ کی نوبت آگئی، مضمون اس طرح تھا کہ:-

"پنجوقتہ نماز پڑھنے میں سستی نہ ہو، تکبیر و قرأت، قیام و قعود، رکوع و سجود میں خدائے تعالےٰ کے روبرو تضرع و زاری کیا کرو، زبان پر ہر وقت ذکر الٰہی جاری رکھو، کسی شخص کو شوکت و قوت خدا تعالےٰ کی مہربانی کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی۔ اگر تم خدا تعالےٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھو گے تو یقیناً مظفر و منصور ہو گے"۔

حجاج بن یوسف خدا ترسی سے نہ سہی حکومت و سلطنت کی خاطر ہی یہ یقین رکھتا تھا کہ ہماری کامیابی و کامرانی، عزت و عافیت کا انحصار ہماری عبادات، نماز روزہ، اخلاص و تقویٰ و دیگر احکام قرآنیہ کی تعمیل پر ہے۔

اب ملک کی موجودہ تشویشناک صورت حال ہنگامہ، قتل و خون، خوف و تذبذب گھبراہٹ و اضطراب کو دیکھکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اسی حکیمانہ و پیغمبرانہ نسخہ کی جانب نظر جاتی ہے جو انھوں نے ظالم و بے درد حکام کے ظلم و ستم سے ڈری اور سہمی ہوئی قوم کے لئے تجویز کیا تھا۔

اس نسخہ کا پہلا جزو قرآن کے الفاظ میں (اِسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ) دشمن کے مقابلہ میں اللہ سے مدد مانگو۔ دوسرا جزو (وَاصْبِرُوْا) ہے (مشکلات و خلاف طبع امور میں) صبر و ہمت اختیار کرنا، غور طلب امر یہ ہے کہ پہلے استعانت باللہ کا ذکر ہے جو در اصل اس نسخہ کی روح اور جان ہے یعنی ارض و سماوات کا مالک جب کسی قوم کا ساتھ دینے لگے تو کس کی مجال ہے کہ قوت خداوندی اور نصرت الٰہی کا مقابلہ کر سکے۔

قرآنی نصیحت کا دوسرا جزو صبر ہے دنیا جانتی ہے کہ مشکلات و مصائب اور حالات کے نزاکت کے وقت بے جا کشمکش و خرخشش کے بجائے صبر و ضبط ہمت و ثابت قدمی سے بڑے بڑے طوفان رک جاتے ہیں اور بلائیں ٹل جاتی ہیں۔

الغرض اعمال کی نگہداشت اور بد اعمالی کے نتائج کا تذکرہ، شریعت سے روگردانی اور گناہوں سے اجتناب کی تاکید، اعمال حسنہ پر دنیا و آخرت کی کامیابی کا مضمون،

احادیث وتاریخ کے ذخیرے میں جگہ جگہ موجود ہے اور استعانت باللہ۔ صبر و تقویٰ، اتباع و اطاعت کے مطالبات قرآن عظیم میں گونج رہے ہیں۔ کاش مسلمان اپنے مسائل کا حل انہی مطالبات کی روشنیوں میں ڈھونڈھتا اور راستے کی ظلمتوں کو دور کرنے کے لئے چراغ مصطفویؐ اور آگے بڑھتا اور اگر ایسا ہونے لگے تو مجال انکار نہیں کہ فضائے بدر آج بھی پیدا ہوسکتی ہے، اور (اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ۔) کیا تیرے رب نے انکی (اصحاب فیل) کی تدبیروں کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا، کا مشاہدہ دنیا اپنی آنکھوں سے کر لے۔ قرآن کریم کے دوسرے الفاظ میں (وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُهُمْ شَیْئًا (آل عمران) بے شک اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرلو تو تمھیں دشمن کا کوئی کید نقصان نہیں پہونچا سکے گا۔

نانا جان مرحوم یعنی مصلح الامت عارف باللہ حضرت مولٰنا شاہ وصی اللہ نور اللہ مرقدہٗ جنکی حیات زریں کا ایک ایک لمحہ امت کی صلاح و فلاح کی فکر میں صرف ہوگیا، اصلاح امت کی دھن مدت العمر آپکو بے چین کئے رہی اور زندگی کے آخری دور تک اصلاحی دار و گیر جلال و جمال کا سلسلہ چلتا رہا، ــــــ مصلح الامت نانا جان مرحوم کے مقربین و متوسلین اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ مسلمانوں پر جب بھی کوئی وقت پڑا، فتنہ و آزمائش کی گھڑیاں آئیں ان پر ان حالات میں کیا کیفیت ہوتی، اضطراب و بے چینی کا کیا عالم ہوتا، درد و کرب کے کن مراحل سے گذرتے، اپنے کمرے میں گھنٹوں ٹہلتے رہتے ــــــ آج بزعم خویش روشن خیال مفکرین امت کی فلاح و بہبود کے لئے جو بھی راستہ تجویز کریں زبان و قلم پر بندش نہیں مگر حضرت والا قدس سرہٗ نے امت کے مرض کی جو تشخیص کی اور جو علاج و تدبیر بتلائی یعنی مسلمانو کو صبر و ضبط اور حزم و تدبر کا سبق دیا، دعا و انابت، اتباع شریعت، اخلاص تقویٰ کی ترغیب دی ہے وہ قارئین کے سامنے ہے۔

امید ہے کہ اس کے پڑھنے سے مسلمانوں میں انابت الی اللہ کا جذبہ بیدار ہوگا اور مصیبت و آفت کے وقت مخلوق کے بجائے خالق حقیقی سے نصرت و حمایت کے طالب ہوں گے حضرت والا قدس سرہٗ کے الفاظ میں :-

میں کہتا ہوں کہ آخر مسلمانوں کو کیا ہوگیا وہ اپنے سمیع و بصیر خدا کو کیوں نہیں پکارتے؟ جب اللہ ہی کیلئے نمازیں پڑھ رہے ہو اللہ ہی کیلئے روزے رکھ رہے ہو اللہ ہی کی مسجدوں میں جارہے ہو تو مصیبت کے وقت اللہ ہی کو کیوں نہیں پکارتے؟ کیا اب اللہ نے سننا بند کر دیا ہے؟

اوروں کا ہے پیام اور، میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرز کلام اور ہے

احمد متین

ہماری تباہی کے اسباب

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

فرمایا کہ — آجکل ہر طرف سے مسلمانوں پر جو تباہی آرہی ہے کہ انکے نہ مال ہی محفوظ ہیں نہ جان، نہ عزت محفوظ ہے نہ آبرو۔ حتیٰ کہ انکی مسجدوں کی بھی بے حرمتی کیجارہی ہے ۔۔۔۔ انکے اسلاف کی شان میں زبان درازیاں کیجارہی ہیں۔ اپنی تباہی اور ذلت و رسوائی آئے دن دیکھ رہے ہیں اور اس پر پریشان ہوکر چیخ و پکار بھی کر رہے ہیں مگر افسوس اس تباہی کے اسباب پر انکی نظر نہیں پہونچتی اور ان کے گھر میں جو خدا کی کتاب موجود ہے جو قیامت تک کے لئے رہنما بنکر آئی ہے اس سے راستہ نہیں پوچھتے اگر آج مسلمان قرآن کو دیکھیں اور خدا تعالےٰ نے پچھلی امتوں کی تباہی کے جو اسباب بیان فرمائے ہیں ان سے اپنی حالت کا موازنہ کریں تو طَابَقَ النَّعْلُ بِالنَّعْلِ (یعنی ہوبہو) اپنی وہی حالت پائیں گے جو تباہ ہوجانے والی امتوں کا حال اپنے اپنے زمانہ میں تھا۔ چنانچہ پندرھویں پارہ میں اللہ تعالےٰ نے یہودیوں کی تباہی کے جو اسباب بیان فرمائے ہیں اسکو جلالین سے ترجمہ کرکے نقل کرتا ہوں:۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا ہ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْکُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ وَکَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ہ ثُمَّ رَدَدْنَا لَکُمُ الْکَرَّةَ عَلَیْهِمْ وَاَمْدَدْنٰکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَجَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا ہ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَکُمْ وَلِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ کَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا ہ

ترجمہ مع تفسیر : اور ہم نے بنی اسرائیل کیطرف یہ وحی بھیجی تھی توریت میں کہ تم ضرور بالضرور زمین شام میں دوبار معاصی کا فساد مچاؤ گے اور بہت زور (یعنی سرکشی کا) باندھو گے۔ تو پھر جب ان دوبار میں سے پہلی بار کا وقت آئے گا تو ہم تم پر اپنے ایسے بندوں کو مسلط کر دیں گے جو لڑنے میں قوی اور پکڑ میں سخت ہونگے پھر وہ تمھارے گھروں میں گھس گھس کر کے تم کو پکڑینگے اور تم کو قتل کریں گے اور یہ ایک ایسا وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا چنانچہ ان لوگوں نے پہلا فساد یہ کیا کہ حضرت زکریاؑ کو قتل کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر جالوت اور اسکے لشکر کو مسلط فرما دیا جنھوں نے انکو خوب قتل کیا۔ اور انکی اولاد کو قید کیا اور بیت المقدس کی بے حرمتی کی اور اسکو خراب کیا۔ اور ہم نے کہدیا تھا کہ پھر جب تم نادم اور تائب ہوگے تو پھر ہم انپر تمھارا غلبہ کر دیں گے۔ اور ایسا اکیسو سال کے بعد ہوا کہ جالوت کو طالوت نے مار ڈالا۔ اور مال و اولاد سے تمھاری مدد کریں گے۔ اور تمھاری جماعت بڑھا دیں گے۔ اور ہم نے اس کتاب میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر اچھے کام کرتے رہو گے تو اپنے نفع کے لئے اچھے کام کرو گے اس لئے کہ تمھارے عمل کا ثواب تمھارے ہی نفس کے لئے ہے اور اگر تم برے کام کرو گے تو تمھاری برائی بھی تمھارے ہی نفس کے لئے ہوگی پھر جب دوسری بار کا وعدہ آئیگا تو ہم دوسرے لوگوں کو مسلط کر دیں گے تاکہ تمھارے چہرے بگاڑ دیں یعنی تم کو قتل وغیرہ کر کے ایسا رنج و غم دیں جسکا اثر تمھارے چہروں پر ظاہر ہو اور تاکہ مسجد یعنی بیت المقدس میں گھس جائیں اور اسکو خراب کریں جیسا کہ پہلی بار اسمیں داخل ہوئے تھے اور اسکو خراب کیا تھا اور تاکہ جس جس پر انکا زور چلے سب کو برباد کر ڈالیں چنانچہ انھوں نے دوبارہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر کے فساد مچایا پس ان پر اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو مسلط فرما دیا۔ جس نے ان کے ہزاروں کو قتل کیا اور انکی اولاد کو قید کیا اور بیت المقدس کو خراب کیا اور ہم نے کتاب میں یہ بھی کہا تھا کہ عجب نہیں کہ تمھارا رب تم پر رحم فرما دے یعنی اس دوسری دفعہ کے بعد تمھارے توبہ کر لینے پر۔ اور اگر تم پھر وہی فساد کرو گے تو ہم پھر وہی سزا کا معاملہ کریں گے چنانچہ یہ لوگ پھر فساد کی طرف لوٹے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی سو انپر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو مسلط فرما دیا کہ آپ نے بنی قریظہ کو قتل کر دیا

اور بنی نضیر جلا وطن کر دیئے گئے اور ان پر جزیہ مقرر ہوگیا۔ اور ہم نے جہنم کو کافروں کا جیل خانہ بنا رکھا ہے (جلالین شریف)

اب دیکھ لیجئے کہ ان گزشتہ امتوں پر ان کے انہماک فی المعصیۃ کے سبب کیسا کیسا عذاب آیا اور آج اپنا حال دیکھ لیجئے کہ اپنے دین کے ساتھ ہمارا کیا معاملہ ہے؟ عقائد صحیحہ یعنی توحید و رسالت اور آخرت کے بارے میں ہمارے یقین کا کیا حال ہے؟ فرائض کی بجاآوری اور اتباع سنت کے باب میں ہمارا کیا عمل ہے؟ اسکے برخلاف رسومات واہیہ اور مشاغل نفسانیہ میں ہم کس طرح پیش پیش ہیں؟ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے کہ ان امتوں کی طرح عذاب عام سے یہ امت محفوظ ہے ورنہ عمل کی رو سے ہمارا حال ان سے اگر زیادہ خراب نہیں ہے تو کم بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمارے حال زار پر رحم فرمائے اور ہمارے حال ویال کی اصلاح فرمائے۔

ڈرنے کی اصل چیز اصل ڈرنے کی چیز اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اس سے زیادہ ڈرنے کی کوئی چیز نہیں۔ بہار میں جب زلزلہ آیا تھا اور وہاں کے لوگ مصیبتوں کا شکار تھے تو اسوقت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت مجھے دو تکلیف اور فکر ہے ایک تو یہ کہ یہ زلزلے وغیرہ اس لئے آتے ہیں کہ بندوں کی نافرمانیوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوکر ایسی چیزیں بھیجدیتے ہیں تو ایسے وقت میں ان کے لئے دعا کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے کہ ناپسند نہ ہو اور اگر دعا نہیں کرتا ہوں تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں اس پر ناگواری نہ ہو جائے کہ مسلمانوں کی تکلیف پر اسکا دل نہیں پگھلتا۔ تو بھائی خدا کی ناراضگی بہت ہی ڈرنے کی چیز ہے یہ جتنی مصیبتیں اور پریشانیاں نازل ہوتی ہیں صرف اس وجہ سے ہیں کہ ہم نے اپنے خدا کو ناراض کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ یعنی تم پر جب کوئی مصیبت پہونچتی ہے تو وہ تمھارے ہی ہاتھوں کی کمائی ہوئی ہے حدیث شریف میں ہے اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ یعنی تمھارے اعمال ہی تمھارے حکمراں

ہیں یعنی اگر اچھے عمل کرو تو اچھے حکام تم پر مقرر ہوں گے اور اگر برے عمل کرو گے تو برے اور ظالم حاکم تم پر مسلط کر دیئے جائیں گے لہٰذا جب کبھی حکام کا جور و ستم دیکھو تو سب سے پہلے اللہ تعالےٰ سے معافی مانگو وہی مدبر حقیقی ہیں چاہیں تو دشمن کو دوست کر دیں یا دوست کو دشمن کر دیں۔ میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ تم پریشان کیوں ہو صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔

بنی اسرائیل کے واقعہ سے سبق

فرعون کے مظالم سے تنگ آکر بنی اسرائیل نے جب موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی تو آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اِسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰہِ وَاصْبِرُوْا یعنی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ مسلمان پریشان ہیں ادہر ادہر کے اسباب اپنے بچاؤ کے لئے اختیار کرتے ہیں مگر میں حقیقی تدبیر بتا رہا ہوں کہ اللہ تعالےٰ سے اپنا معاملہ درست کرو جب وہ چاہتے ہیں تو دشمن ہی سے حفاظت کا کام لے لیتے ہیں۔ کیا تم کو حضرت موسیٰؑ کا واقعہ یاد نہیں کہ جب کاہنوں نے فرعون کو بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تمھاری حکومت کا تختہ الٹ دیگا یہ سنکر فرعون نے اس کے روک تھام کے لئے صدہا تدبیریں کیں حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے جس گھر میں لڑکا پیدا ہو قتل کر دیا جائے اور اس پر بھی پابندی لگا دی کہ بنی اسرائیل کے مرد اپنی عورتوں کے پاس نہ جانے پائیں فرعون نادان تھا اس نے یہ نہ سوچا کہ جب ایک بات کا ہونا طے ہو چکا ہے تو وہ کیسے ٹل سکتی ہے۔ چنانچہ عین اسی چوکی پہرے میں اور دار و گیر کے وقت میں حضرت موسیٰؑ اپنی والدہ کے شکم میں آگئے اور پھر ولادت بھی ہوگئی ماں کو جب فرعونیوں سے خوف ہوا تو بحکم خداوندی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تابوت میں رکھکر دریا میں چھوڑ دیا۔ وہ دریا جس میں جہاز ڈوب جاتے ہوں، دریائی جانور کشتیاں الٹ دیتے ہوں، قدرت خداوندی اور حفاظت ربانی کا منظر دیکھئے کہ اس دریا میں ایک چھوٹا سا تابوت اور اس میں ایک شیر خوار بچہ بغیر کسی ظاہری اسباب حفاظت کے چلا جا رہا ہے لیکن درحقیقت اس میں تعجب کی کیا بات ہے جس خدا نے ماں کی گود کو راحت کا ذریعہ بنایا اس خدا کے لئے کیا مشکل ہے کہ دریا سے گود کا کام لے لے

آخر دریا بھی تو اسی کی مخلوق ہے۔ چنانچہ وہ تابوت بہتا ہوا فرعون کے محل کی دیوار سے جا لگا۔ فرعون اور اسکی بیوی دونوں کھڑے تھے تابوت نکلوایا اور اسکو کھولکر دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ہشاش بشاش لیٹے ہوئے انگوٹھا چوس رہے تھے ماں کی چھاتیوں میں دودھ اتارنے والی خدا کی ذات انگوٹھے سے پستان کا کام لے رہی تھی یہ تھا حق تعالےٰ کا موسیٰ علیہ السلام کے لئے غذائی انتظام۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے ایسا جاذب نظر بنایا تھا کہ قلوب انکی طرف کھنچتے تھے اور فرعون کے کوئی اولاد بھی نہ تھی، فرعون کی بیوی نے کہا کہ ہم اسکو اپنا لڑکا بنالیں گے یہ ہماری آنکھ کی ٹھنڈک ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں پرورش پانے لگے

اللہ اکبر! اللہ اکبر! کیا شان ہے قادر مطلق کی وہی بچہ جس کے قتل کی خاطر احمق ہامان اور فرعون نادان نے کیا کچھ تدبیریں نہ کر ڈالیں، ہزاروں بے گناہ بچوں کا خون بہایا مردوں کو عورتوں سے چھڑایا، پہرے اور جاسوس مقرر کئے مگر انکو خبر نہ تھی کہ تقدیر الہٰی میں اس بچہ کی پرورش کے لئے فرعون ہی کی گود منتخب کی گئی ہے۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ دایہ بنکر فرعون کے محل میں موسیٰ علیہ السلام کو لینے آئیں تو دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام رورہے ہیں اور فرعون اپنی گود میں انکو لئے ہوئے چمکار رہا ہے، کھلا رہا ہے اور بہلانے کی کوشش کر رہا ہے مسلمانو! دیکھو یہ ہے خدا کی قدرت کا مظاہرہ یہی میں کہہ رہا تھا کہ وہ اگر چاہیں دشمن سے بھی حفاظت کا کام لے لیں اسلئے مومن کو مصیبت کے وقت بجائے پریشان ہونے کے خدا پر ایمان لانے کی ضرورت ہے

ایک عجیب واقعہ چنانچہ ایک بزرگ جارہے تھے راستہ ہی میں ایک کنواں تھا کچھ ایسا ہی ہوا تھا کہ وہ بزرگ اس میں گر پڑے اور خدا پر ایسا ناز کہ کہنے لگے کہ اب آپ ہی نکالیئے میں اپنی زبان سے کسی اور کو نہ پکاروں گا چنانچہ اسی کنوئیں میں پڑے رہے یہاں تک کہ ایک آدمی آیا اس نے کنوئیں کو دیکھا کہ راستہ پر واقع ہے خطرناک ہے اس لئے وہ ایک بڑا پتھر لایا اور کنوئیں کو ڈھکنے لگا ان بزرگ نے

جب یہ معاملہ دیکھا تو قریب تھا کہ پکار دیں اور اپنے کو ظاہر کر دیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ سے کسی کو نہ پکارنے کا وعدہ کر چکے تھے اسلئے خاموش رہے وہ شخص اچھی طرح کنوئیں کے منھ پر پتھر ڈھک کر چلا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا کہ یہ اپنے وعدہ میں پورے اترے اور امتحان میں کامیاب ہو گئے، تو ایک شیر کو بھیجدیا شیر نے آکر دھکا دیکر پتھر کو کنوئیں کے منہ سے ہٹا دیا پھر اپنی دم کنوئیں میں لٹکا دی اور منہ سے کچھ بولتا جاتا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ دم پکڑ لو چنانچہ انھوں نے دم پکڑ لی اور شیر نے انکو اوپر کھینچ لیا اسکے بعد شیر چلا گیا اور ہاتف غیبی نے آواز دی کہ دیکھا ہم نے تمکو ایک تلف کے ذریعہ دوسرے تلف سے نکالا یعنی کنواں بھی ایسی چیز کہ آدمی ڈوب کر مر جائے اور شیر بھی ایسی چیز کہ آدمی کو پھاڑ کھائے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت یہ دکھائی کہ ایک خطرناک چیز سے دوسری خطرناک چیز کے ذریعہ نکلوالیا ۔ یہی مطلب ہے اس کا کہ ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ۔ یعنی خدا کو منظور ہوتا ہے تو دشمن بھی بھلائی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

تو میں کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں لگ جاؤ وہ چاہتے ہیں تو دشمن سے بھی کام لے لیتے ہیں، غیب سے امداد بھیج دیتے ہیں ان کے پاس ایسے لشکر ہیں جو نظر بھی نہیں آتے اور کام کر جاتے ہیں

غیبی لشکر کے چند واقعات

ایک مسلمان کو ایک کافر نے ٹپک دیا اور اسکے سینہ پر چڑھ بیٹھا قریب تھا کہ ذبح کر دے مسلمان نے اپنے کو خدا کے سپرد کر دیا بس کیا دیکھتا ہے کہ ایک تیر آکر کافر کے سینے میں لگا چنانچہ وہ فوراً مر گیا۔ دیکھا آپ نے یہ خدائی تیر تھا جو اپنے بندے کی مدد کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ جب حفاظت کرنے پر آجائیں تو پھر کوئی کیا کر سکتا ہے۔

جس وقت انگریز لکھنؤ میں داخل ہوئے ہیں تو ایک مسجد جس میں کچھ مسلمان تھے انگریزوں نے اس پر گولیاں چلانا شروع کیں دوسرے تو ادھر ادھر بھاگ نکلے لیکن ایک بزرگ اللہ کی طرف توجہ کئے ہوئے بدستور بیٹھے رہے انگریز انؒ برابر گولیاں چلاتے رہے

مگر گولی ادہرادہر سے نکل جاتی تھی انکو ایک نہ لگی عاجز ہوگئے قریب آئے اور ان بزرگ کو اٹھایا اور عرض کیا کہ آپ یہاں سے تشریف لیجائیں چنانچہ وہ اٹھے اور ایک طرف کو چلے گئے انگریز انکو کچھ تکلیف نہ پہونچا سکے۔ اور سنئے :۔

بغداد میں ایک بزرگ پکڑے گئے اور قتل کا حکم ہوگیا۔ قاعدہ یہ تھا کہ جلاد جسکو قتل کرتا تھا تو قبلہ کیطرف اسکا منہ کرکے تب قتل کرتا تھا جس طرح ہم لوگ جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رو کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان بزرگ کو بھی جلاد نے قبلہ رو کیا آپ نے منھ دوسری طرف پھیرلیا۔ جلاد نے پوچھا یہ کیا تم نے قبلہ سے منھ کیوں پھیرا؟ فرمایا کہ نہیں میں نے تو منہ قبلہ کیطرف کیا ہے۔ جلاد نے کہا قبلہ تو اِس طرف ہے اور تم نے منہ اُس طرف کرلیا ہے۔ فرمایا ہمارا قبلہ اسی طرف ہے اسی طرف ہمارے شیخ ہیں انھیں کی طرف میں نے منہ کرلیا ہے۔ تم قتل کرو۔ اتنے میں خلیفہ کا حکم آگیا کہ انکو چھوڑ دیا جائے چنانچہ وہ چھوڑ دیئے گئے۔ تو بھائی جب اللہ تعالےٰ ہی بچانا چاہیں تو کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا

ایک اشکال کا حل اس قسم کے واقعات جو بزرگوں سے منقول ہیں تو اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ انھوں نے ایسے وقت میں غیراللہ کیجانب کس طرح التفات کیا یہ تو بزرگی کے منافی بات ہے۔ بزرگان دین تو موحد ہوتے ہیں پھر یہ بظاہر شرک کیسا؟ بات یہ ہے کہ ظاہر حال تو بیشک اسکا موحش ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات حق تعالےٰ ہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مگر کسر نفسی اور اپنے کو قصوروار سمجھتے ہوئے کسی بڑے کے واسطہ سے اللہ تعالےٰ سے سوال کرتے ہیں۔ ان بزرگ نے اپنے شیخ کو طلب حاجت میں واسطہ بنایا تھا معاذاللہ انکو حاجت روا نہ جانا تھا واللہ تعالےٰ اعلم

اخلاص کی برکات قلوب سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، اسی کو پہچانو یہی وقت پہچاننے کا ہے اب نہ پہچانوگے تو کب پہچانوگے؟ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اخلاص اختیار کرو۔ اخلاص میں بڑی برکت ہے اسی سے سارے کام بن جاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سبق آموز واقعہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اعلیٰ درجہ کے اخلاص کا ایک واقعہ ہے کہ آپ نے ایک کافر کو دے مارا اور قریب تھا اسکا سر تن سے جدا کر دیں کہ اس نے آپکے منہ پر تھوک دیا بس آپ نے چھوڑ دیا۔ یہ بات دیکھکر اس کافر نے سوال کیا میں نے اتنی سخت گستاخی کی اسکا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ آپ اور جلد مجھے قتل کر دیتے نہ یہ کہ آپ نے مجھکو چھوڑ دیا اسکا کیا سبب ہے؟ حضرت علی رضؓ نے فرمایا ہاں بھائی بات یہ ہے کہ ہم لوگ جو کچھ کام کرتے ہیں اللہ کے لئے کرتے ہیں۔ میں جو تم کو قتل کر رہا تھا تو اللہ کے لئے قتل کر رہا تھا لیکن جب تم نے مجھ پر تھوک دیا تو میرے نفس کو حرکت ہوئی بس میں نے تمکو چھوڑ دیا کہ اب اگر تمکو قتل کرتا ہوں تو خالص اللہ کے لئے نہوگا کیونکہ اس میں نفس کی آمیزش ہوگئی ہے یہ سنکر وہ بہت متاثر ہوا اور اس نے کہا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ تم لوگ لوٹ مار کرنے کے لئے یہ قتل و غارت کرتے ہو لیکن اب معلوم ہوا کہ تمھارا ہر کام خدا کے لئے ہے لہٰذا جس چراغ سے تم نے روشنی پائی ہے اسی سے مجھے بھی روشن کرو۔ چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا اور پھر اس نے اپنی قوم سے جاکر کہا تو اٹھارہ آدمی اور بھی مسلمان ہوگئے۔ اسی کو مولانا روم فرماتے ہیں کہ۔ ع۔ تیغ حلم از تیغ آہن تیز تر۔ یعنی حلم کی تلوار لوہے کی تلوار سے بڑھکر تیز ہے لوگ کہا کرتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا بس اسی واقعہ کو دیکھ لیجئے کہ اسلام تلوار سے پھیلا یا ترک تلوار سے۔

میں نے یہ واقعہ اخلاص کی برکت پر بیان کیا ہے کہ یہ حضرت علی رضؓ کے اخلاص کی برکت تھی کہ وہ بھی مسلمان ہوا اور اٹھارہ آدمی اس کے گھر کے اور مسلمان ہوئے اور ایک چھوٹی سی اسلامی فوج تیار ہوگئی یہ ہے اخلاص کی برکت۔ اسی کو مولانا روم فرماتے ہیں۔ ع۔

از علیؓ آموز اخلاص عمل

جب حضرت علیؓ نے اخلاص کے ساتھ ایک عمل کیا تو اللہ نے دشمنوں کو دوست بنا دیا اور ایک فوج تیار ہوگئی یہی کہہ رہا ہوں کہ وہی خدا آج بھی زندہ ہے اسکے ساتھ اخلاص اختیار کرتے جاؤ پھر دیکھو کس طرح خدا کی نصرت اترتی ہے۔ خدا کے زندہ ہونے پر ایک واقعہ یاد آیا وہ یہ کہ

امت کا سب سے بڑا غم اور اس پر صبر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہؓ پر کیا کچھ گذری ہوگی؟ ایک عجیب منظر طاری تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو تلوار لیکر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ حضورؐ کو ہرگز موت نہیں آئی ہے بلکہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چلے گئے تھے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ملنے گئے ہیں پھر آجائیں گے اگر کسی نے اپنی زبان سے یہ بات نکالی کہ حضور کا وصال ہوگیا ہے تو اسکا سر تن سے جدا کردوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اطراف مدینہ کے ایک محلہ میں گئے ہوئے تھے بیوی بچے وہیں تھے، خبر ملتے ہی تشریف لائے اور سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک موجود تھا پہونچکر پیشانیٔ مبارک پر بوسہ دیا اور فرمایا طِبْتَ حَیًّا وَّ مَیِّتًا یعنی آپ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں بہتر رہے۔ پھر باہر تشریف لائے صحابہ کی نگاہیں انھیں پر لگی ہوئی تھیں، حضرت عمرؓ اسی طرح تلوار لئے کھڑے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور خود منبر پر تشریف لے گئے صحابہ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے آپ کا منھ دیکھ رہے تھے آپ نے خطبہ دیا کہ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مِنْکُمْ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ (تم میں سے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا رہا ہو وہ سن لے کہ حضورؐ تو وفات پا چکے ہیں، اور جو شخص خدا کی عبادت کرتا رہا ہو تو اللہ آج بھی زندہ ہیں انکو کبھی موت نہ آئیگی) اسکے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهٖ

الرُّسُلُ اَفَإِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر بھی جاوے گا تو خدا تعالےٰ کا کچھ بھی نقصان نہ کرے گا ۔ اور خدا تعالےٰ جلد ہی عوض دیگا حق شناس لوگوں کو)

صحابہؓ کو شدت غم کیوجہ سے اس آیت سے ایسا ذہول ہوگیا تھا کہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت صدیقؓ نے یہ آیت پڑھی تو ایسا معلوم ہورہا تھا کہ یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے اس کے بعد ہر صحابی کی زبان پر یہی آیت تھی ۔ تو دیکھئے سب سے بڑے سانحہ کے وقت صدیق اکبرؓ نے مسلمانوں کو خدا ہی کیطرف متوجہ کیا اور اللہ تعالےٰ کی معرفت کرائی ۔ بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں اسی غرض سے تشریف لائے تھے کہ بندوں کو خدا تعالےٰ کی معرفت کرادیں اور اسی طرف متوجہ کریں اور چونکہ حضرت صدیق اکبرؓ خلیفۂ رسول اور نائب رسول تھے اس لئے آپ نے بھی وہی فریضہ انجام دیا ۔ اسی طرح جو بھی نائب رسول ہوگا وہ خدا کے بندوں کو خدا کی معرفت کرائے گا اور خدا کیطرف متوجہ کرے گا تو بھائی میں یہی کہتا ہوں کہ پریشان کیوں ہوتے ہو خدا موجود ہے تم مسلمان ہو خدا پر تمھارا ایمان ہے اسکے رسول پر ایمان ہے اسکے وعدوں پر ایمان ہے پھر پریشان کیوں ہوتے ہو زیادہ سے زیادہ یہی تو کہ یا اللہ کے دشمن تم کو خدا پر ایمان رکھنے کی وجہ سے پریشان کر رہے ہیں تو بس انھیں سے رو رو کر عرض کرو

بجرم عشق توام میکشند غوغا ئیست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا ئیست

کہ اے اللہ! یہ تیرے دشمن ہم مسلمانوں کو صرف اسوجہ سے مٹانا چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے نام لیوا ہیں اے اللہ! یہ اسوجہ سے ہمکو پریشان کر رہے ہیں کہ ہم تیرے

رسول کے امتی ہیں۔ یا اللہ! ہماری امداد فرمایئے

مسلمانو! تم تھوڑے نہیں ہو اپنے ہوش درست کرو اگر تمہارا ایمان تھوڑا ہوگیا ہے تو اسکو پورا کرو ہمیشہ خدا نے مسلمانوں کی امداد فرمائی ہے آج بھی امداد ہوگی خدا کیطرف توجہ کرتے جاؤ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ تم خدا کے دین کی مدد کروگے تو خدا تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے قدموں کو جمادینگے مسلمانو! ایمان مضبوط کرتے جاؤ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی اے مسلمانو! پریشان اور غمگین مت ہو تم ہی غالب رہوگے بشرطیکہ تمہارا ایمان مضبوط ہو۔

اللہ تعالیٰ کی سکھلائی ہوئی دعا

دیکھئے اہل عرب جب اہل عجم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو دیکھکر گھبرانے لگے تو اللہ تعالےٰ نے انکو یہ دعا سکھلائی اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (یعنی اے اللہ! مالک تمام ملک کے آپ ملک جسکو چاہیں دیدیتے ہیں اور جس سے چاہیں لے لیتے ہیں اور جس کو چاہیں غالب کردیتے ہیں اور جس کو چاہیں پست کردیتے ہیں۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں) اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو یہ دعا سکھلا کر تبلا دیا کہ جو ذات ایسی محیر العقول چیزوں پر قادر ہے اسکے لئے کیا مشکل ہے کہ عجم سے ملک لیکر اہل عرب کو دیدے۔ تمہارے دشمن کو ذلیل کردے اور تمکو عزت دیدے۔

قلوب خدا کے ہاتھ میں ہیں

بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے کہ میں خدا ہوں بادشاہوں کے قلوب اور پیشانیاں میرے ہاتھ میں ہیں اگر بندے فرماں برداری کرتے ہیں تو حکمرانوں کے قلوب ان پر نرم کردیتا ہوں اور اگر بندے نافرمانی کرنے لگ جاتے ہیں تو بادشاہوں کے قلوب کو ان پر سخت کردیتا ہوں لہٰذ (حکمرانوں کی سختیوں اور ظلم پر) حکمرانوں کو برا کہنے میں

مشغول نہو بلکہ میری طرف رجوع ہو اور توبہ کرو۔

یہی بات میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ اصل چیز یہی ہے کہ خدا کی طرف توجہ کرو اور اسکی نافرمانی سے بچو۔ اس دور میں ایک چیز تو یہ قابل توجہ اور اصل الاصول ہے اور دوسری چیز جو مسلمانوں کے لئے اس وقت خصوصًا بہت ضروری ہے یہ ہے کہ خدا نے عقل دی ہے بیدارمغزی سے کام کریں اور ہر موقع کے مناسب کام کریں اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ الآیہ ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے نہایت زبردست مضمون بیان فرمایا ہے اس میں حکمرانوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی خاص شان ہے کہ عزیز کو ذلیل کردیں بادشاہ کو غلام بنادیں لہٰذا کسی کو اگر کوئی مرتبہ حاصل ہو تو اس پر اسکو اترانا اور غرہ کرنا نہ چاہیئے خدا کو وقت بدلتے دیر نہیں لگتی۔

ایک بار میں ایک صاحب کے ساتھ ایک جگہ جارہا تھا سڑک پر سامنے سے ایک آدمی آتا ہوا نظر آیا میرے ساتھ جو صاحب تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جو آدمی آرہا ہے اسکو خوب غور سے دیکھ لو پھر میں اسکے متعلق کچھ کہوں گا چنانچہ میں نے دیکھا کہ بیچارہ پریشان حال ہے، ننگے پیر ہے، کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ آگے چل کر ان صاحب نے بتایا کہ یہ شخص جس کو تم نے ابھی اس حال میں دیکھا ہے وہ پہلے راجا تھا لیکن اب اسکا یہ حال ہے تو بھائی خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے خدا کے سامنے کسی کا زور نہیں چلتا اللہ تعالیٰ کو وقت بدلتے دیر نہیں لگتی ارشاد فرماتے ہیں تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُھَا بَيْنَ النَّاسِ (یعنی یہ ایام ہیں انکو ہم لوگوں پر پھراتے رہتے ہیں) یعنی آج کسی کا وقت ہے تو کل کسی اور کا زمانہ ہوتا ہے۔

اللہ کی ناراضگی سے ڈرو

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور نافرمانی سے بہت بچنا اور ڈرنا چاہیئے۔ مسلمانو! کام کرنے کا وقت ہے کام میں لگو خلوص اختیار کرو اب باتیں کرنے کا وقت نہیں رہا۔ آپ نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں دعائیں کرتے ہیں اس میں تھوڑا سا خلوص بھی شامل کر لیجئے بس آپ کا کام بن جائے۔ اب مسلمانوں کے لئے یہی راہ متعین ہے کہ خلوص اور

صدق کے ساتھ خدا کیطرف متوجہ ہو جائیں خلوص میں بڑی برکت ہے اس سے بڑے بڑے کام بن جاتے ہیں۔ مسلمانو! تم کو خدا کے ساتھ نسبت حاصل ہے تمکو خدا کی رحمت اپنی طرف متوجہ کرلینا کیا مشکل ہے اور اللہ تعالے کیلئے اسباب کا مہیا کردینا کیا مشکل ہے؟ بس اپنے خدا کو راضی کرلو وہی مصیبتوں کا دور کرنے والا ہے سب مسلمان صدق دل سے اسی کیطرف متوجہ ہوجائیں خدا کو وقت بدلتے دیر نہیں لگتی۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہندوستان کی حکومت اس طرح بدلے گی کہ سوئیں گے لوگ ایک حکومت میں اور اٹھیں گے تو دوسرے کی حکومت ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ملک خدا کا ہے جس کو چاہتا ہے وارث بناتا ہے اور آخرت کی نعمتیں تو متقیوں ہی کے لئے ہیں اس لئے اسکا ذریعہ بھی تقویٰ طہارت اور دعاء وانابت ہے اور یہی ہمارے اختیار میں بھی ہے۔ آگے دوسری چیزوں کو ان پر مرتب فرما دینا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے

دعاء کی اہمیت وبرکت

مسلمانوں کا دعاء سے بہت کام ہوا ہے مگر اب نہ تو خود ہی سمجھتے ہیں اور اگر کوئی کہنے والا ہوتا ہے تو اسکی بھی نہیں سنتے۔ قوم تباہ ہو رہی ہے بعض بعض جگہ مسلمان بری طرح مارے پیٹے جارہے ہیں مگر انکی نظر اسباب پر ہے اور خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ ہر باطل جماعت تمکو اپنی طرف بلائیگی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا اسوقت ہماری تعداد کم ہوگی فرمایا نہیں تم تعداد میں تو بہت ہوگے مگر کوڑا کرکٹ ہوگے (اس لئے باطل جماعتیں تمکو اپنے میں شامل کرلینے کی طمع کرینگی اور اسکی جرأت کرینگی)۔ دیکھئے نص بتلا رہی ہے کہ ایسے وقت میں مسلمانوں کی تعداد کچھ کم نہوگی لیکن ان میں ایمان کی کمی ہو جائے گی۔ خدا تعالے سے تعلق کمزور ہو جائیگا جسکی وجہ سے اقوام باطلہ کو یہ جرأت ہوگی کہ وہ انکی جانب طمع کریں۔

مسلمانو! اب کب سمجھوگے بہت بھگت چکے دشمن تمکو ختم کردینا چاہتا ہے نیست ونابود کردینا چاہتا ہے تم تعداد میں کم نہیں ہو مگر خواب خرگوش میں بتلا ہو اگر سارے مسلمان اپنا معاملہ خدا سے سچا کرلیں اور پھر خدا سے کوئی بات کہیں توکیا خدا نہ سنے گا؟ ضرور سنے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے سوال کیا تھا کہ کیا اللہ تعالےٰ دور ہیں کہ ہم زور زور سے پکاریں یا قریب ہیں کہ وہ ہماری سرگوشیوں کو سن لیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (یعنی اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو کہہ دیجئے کہ میں قریب ہوں اور پکارنے والا جب مجھکو پکارتا ہے تو اسکی پکار سنتا ہوں)

آگے ارشاد فرماتے ہیں فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ (جب میں تمھاری دعاؤں کو قبول کررہا ہوں تو تم بھی میری باتوں کو قبول کرو اور مجھ پر ایمان لاؤ۔ سبحان اللہ! کیا مضمون ہے جان دیدینے کے لائق ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت کے شوہر نے اس سے ظہار[ف] کیا تھا (عرب کے عرف میں ظہار سے طلاق پڑجاتی تھی) وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں آئی اور باتیں کرنے لگی اور یہ بھی عرض کیا کہ جب میرے شوہر نے کوئی کلمہ طلاق کا نہیں کہا تو طلاق کیسے ہوگئی؟ میں اللہ تعالیٰ سے اسکی شکایت کرتی ہوں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ وہ عورت اتنی دھیرے دھیرے گفتگو کررہی تھی کہ مجھے مشکل سے سنائی دے رہا تھا مگر اللہ تعالےٰ نے ساتو آسمانوں کے اوپر سے سن لیا چنانچہ یہ آیتیں نازل ہوگئیں قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ

[ف] ظہر کے معنی پیٹھ کے ہیں اپنی بیوی سے یوں کہنا کہ تو میری ماں کی پشت کی طرح ہے اور نیت یہ ہو کہ تو بیوی تو ہے مگر میں تجھ سے صحبت کرنے کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں یہ شرعاً ظہار ہے طلاق سے الگ ہے اسکے احکام میں تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے

قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَکِیْ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَکُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ (یعنی اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کرتی تھی اور اللہ سے شکوہ کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہے تھے بیشک اللہ تعالیٰ سننے والے اور دیکھنے والے ہیں)
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر جب اسکے بعد وہ عورت آیا کرتی تھی تو حضورؐ بہت خوش ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی وہ عورت ہے جسکی بات عرش پر سنی گئی

میں کہتا ہوں کہ آخر مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے وہ اپنے سمیع و بصیر خدا کو کیوں نہیں پکارتے؟ جب اللہ ہی کی نماز پڑھ رہے ہو، اللہ ہی کے روزے رکھ رہے ہو اللہ ہی کی مسجدوں میں جا رہے ہو تو مصیبت کے وقت اللہ ہی کو کیوں نہیں پکارتے کیا اب اللہ تعالیٰ نے سننا بند کر دیا ہے۔

مظلوم کی دعا روایتوں میں آیا ہے کہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ ایک ظالم شخص نے ایک عورت کو گرفتار کر رکھا تھا اور تکلیفیں دیتا تھا ایک دن اس عورت نے خلیفہ کا نام لیکر مدد کی فریاد کی، اس ظالم شخص نے بطور طعن کہا کہ ہاں خلیفہ تو ضرور اپنے چتکبرے گھوڑے لیکر تیری امداد کو آجائے گا۔ حسن اتفاق کہ خلیفہ کو اس گفتگو کی کسی طرح اطلاع پہونچ گئی بس خلیفہ اٹھکر بیٹھ گیا اور وزیروں سے کہا جب تک تم لوگ اتنے گھوڑے فراہم نکر و گے میں کھانا نہ کھاؤنگا وزیروں نے عرض کیا کہ حضور کھانا کھائیں ہم اتنے گھوڑے فراہم کر لیتے ہیں چنانچہ بہت قلیل مدت میں فراہم کر لئے اور بادشاہ نے کھانا کھایا اور چڑھائی کر کے اس عورت کو اس ظالم کے پنجے سے چھڑا کر لے آیا۔

میں کہتا ہوں کہ اس عورت نے ایک خلیفہ کو پکارا تو اس نے اسکی فریاد سن لی تم اگر خدا کو پکارو گے تو کیا وہ تمھاری فریاد نہ سنے گا؟

لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ نمازیں پڑھ رہے ہیں اور عبادتیں کر رہے ہیں اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا ہماری عبادتیں دیکھ سن رہا ہے،

اور قبول کر رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نماز یں سن رہے ہیں اور عبادتیں سن رہے ہیں تو کیا دعا ہی نہ سنیں گے اور نہ قبول کریں؟ پھر انکو کیوں نہیں پکارتے اور ایسے وقت میں ان سے دعا کیوں نہیں کرتے۔

بعض لوگوں کو ایسا دیکھتا ہوں کہ جنت وغیرہ تو خدا سے مانگیں گے لیکن دنیا کی کوئی ضرورت ہوگی تو ہم لوگوں کے پاس آئیں گے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اچھا یہ بتاؤ کہ جنت بڑی چیز ہے یا یہ دنیاوی ضرورت؟ جب جنت بڑی چیز ہے اور اسکو تم خدا سے مانگ رہے ہو اور یہ سمجھ رہے ہو کہ خدا دے سکتا ہے تو جب بڑی چیز خدا دے سکتا ہے تو دنیاوی ضرورتیں خدا کیوں نہ دیگا اسی سے مانگو ہر ضرورت میں اسی کو پکارو۔

کاش ان مضامین کو آپ لوگ سنتے تو ہمارے دل کا کچھ ارمان نکلتا۔ یہی حال اور یہی ایمان آج پیدا کرنے کی ضرورت ہے

وضو کا لوٹا کیوں نہیں سنبھالتے

ایک بزرگ تھے ملا جیونؒ، عالمگیرؒ کے استاد تھے ایک مرتبہ بعض علما نے شاہجہاں کے لئے ریشم پہننے کے جواز کا فتویٰ دیدیا اور تاویل یہ کی کہ بادشاہ چونکہ ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہتا ہے اور مجاہد کے لئے ریشم کا استعمال جائز ہے لہٰذا بادشاہ کے لئے بھی جائز ہے یہ استفتار ملا جیون کی خدمت میں بھی پہونچا آپنے فرمایا کہ جامع مسجد میں اسکا جواب دونگا چنانچہ جمعہ کے دن جبکہ مسجد بھری ہوئی تھی اور شاہجہاں بھی وہیں موجود تھا ملا صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اس فتوے کا پوچھنے والا بھی اور جواب دینے والا بھی دونوں کافر (مفتی و مستفتی ہر دو کافر) یہ جو ملا صاحب نے فرمایا تو اس وجہ سے کہ شریعت کا مسئلہ ہے کہ حرام چیز کو حلال سمجھنا کفر ہے لیکن ملا صاحب کا برسر عام بادشاہ کے منہ پر ایسی بات کہہ دینا یہ کوئی معمولی چیز نہ تھی شاہجہاں کو غصہ تو آیا لیکن مسجد میں کچھ نہ بولا قلعہ میں واپس آنے کے بعد ملا صاحبؒ کے قتل کا حکم دیدیا لوگ ملا صاحب کے پاس یہ اطلاع لیکر گئے

فرمایا اچھا بادشاہ مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے ؟ لاؤ وضو کا لوٹا میں بھی مسلح ہو کر تیار ہو جاؤں ۔۔۔۔ (جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اَلْوُضُوْءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ وضو مومن کا ہتھیار ہے ۔ یہ خبر شاہجہاں کو پہونچی بس ڈر گیا عالمگیر کو بلا کر کہا کہ اب کیا کیا جائے ؟ عالمگیر نے کہا ملا جی کے پاس شاہی خلعت بھجوا دیجئے اور مجھے دیجئے میں لیکر جاؤں گا چنانچہ عالمگیر خلعت لیکر گئے چونکہ یہ ملا جی کے شاگرد بھی تھے ملا جی خوش ہو گئے اور سمجھ گئے کہ بادشاہ اسطرح معافی مانگ رہا ہے شاہی معافی کا یہی انداز ہوتا ہے ۔ میں مسلمانوں سے کہتا ہوں تم بھی وضو کا لوٹا کیوں نہیں سنبھالتے یعنی اللہ تعالےٰ کیطرف کیوں نہیں متوجہ ہوتے ۔

مسلمان کہیں ہارتا ہے

اور سنیئے ! مسلمانوں کا غلبہ تمام دنیا پر تھا ان کے مقابلے میں کوئی سلطنت نہ تھی عیسائی بھی مغلوب تھے مگر صرف ایک نصرانی بادشاہ کچھ ذی اقتدار باقی رہ گیا تھا ایک مرتبہ خلیفہ دارالسلطنت سے کہیں گیا ہوا تھا اور اسکے پاس صرف بیس ہزار فوج تھی کہ اچانک وہ نصرانی بادشاہ ایک لاکھ فوج لیکر مسلمانوں پر چڑھ آیا خلیفہ نے اس سے صلح کی گفتگو کی تو اس نے تکبر سے بطور طنز کے جواب دیا کہ صلح تو رے (یعنی دارالسلطنت ہی میں پہونچکر ہو گی ۔ اس پر خلیفہ نے علماء سے مشورہ کیا ایک بڑے عالم نے فرمایا کہ تم بادشاہ ہو جمعہ کی نماز پڑھاؤ اور پھر سب لوگ مل کر دعا کریں ہم بیس ہزار کی جمعیت ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ بارہ ہزار مسلمان کمی کے سبب مغلوب نہ ہوں گے لہٰذا مقابلہ کرو خدا مددگار ہے ۔ چنانچہ بادشاہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور پھر ایسے الحاح وزاری سے دعا کی کہ تمام لشکر ہی چیخ چیخ کر رونے لگے ۔ بادشاہ کے لئے گھوڑا تیار تھا دعا کر کے کود کر گھوڑے پر سوار ہوا اور دشمنوں کیطرف روانہ ہوا ۔ آگے آگے بادشاہ پیچھے پیچھے لشکر جا کر ایسا حملہ کیا کہ ایک لاکھ فوج کے چھکے چھڑا دیئے نصرانی بادشاہ بھی گرفتار ہو گیا اور بہت سامال غنیمت ملا دیکھا آپنے یہ جو صرف بیس ہزار کی جمعیت ایک لاکھ پر غالب آگئی یہ اسی دعا کی برکت

تھی آج بھی مسلمان کچھ کم نہیں ہیں اگر خدا کی طرف متوجہ ہو جائیں اور الحاح وزاری سے دعا شروع کر دیں تو آج بھی خدا کی رحمت متوجہ ہو سکتی ہے مکہ کے مسلمانوں پر جب قریش نے مظالم کی حد کر دی اور انکو ہجرت کر کے مدینہ منورہ بھی نہ جانے دیا تو ان مسلمانوں نے دعا رہی کا سہارا لیا چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے انکی دعا کو بیان فرمایا ہے :-

رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝

(یعنی وہ کمزور لوگ اپنے رب سے یوں دعا کرنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمکو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لئے (غیب سے) کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے (غیب سے) کسی حامی کو بھیج دیجئے)

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے انکی دعاؤں کو قبول فرمایا اور بعض لوگوں کے لئے تو ہجرت ہی آسان فرمادی اور پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حامی و مددگار بنا کر بھیجا کہ آپ کے ہاتھوں پر مکہ فتح ہوگیا جس سے سب کو امن و اعزاز حاصل ہوگیا۔

میں کہتا ہوں یہ آیتیں منسوخ تو نہیں ہوگئی ہیں انکا حکم آج بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم مغلوب ہو اور اس پر ظلم کیا جا رہا ہو تو اس سے نجات کا طریقہ یہی ہے کہ بس اللہ تعالےٰ کیطرف متوجہ ہو جایا جائے اور الحاح وزاری کے ساتھ انھیں سے فریاد کی جائے اور کہا جائے رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝

پھر دیکھو اللہ تعالیٰ تمھاری کسطرح غیب سے مدد فرماتے ہیں جس طرح تمھارے پہلوں کی مدد فرمائی ہے مگر تم اپنے اسلاف کی طرح بارگاہ الٰہی میں گڑگڑاکر تو دیکھو۔ ہم مسلمانوں کے ملئے اللہ تعالےٰ نے ایک بہت بڑی نعمت نازل فرمائی ہے کہ جب پریشان ہوں کسی کام میں عاجز ہوں تو بس دعا کریں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی غزوہ کیا ہو اور آپؐ نے دعا نہ فرمائی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تکلیف دہ بات پیش آتی تھی تو بس دعا میں لگ جاتے تھے۔

مسلمان قوت بازو سے نہیں دعا سے غالب آتا ہے

مسلمان بغیر دعا کے اپنی قوت بازو سے کبھی غالب نہیں آسکتا مسلمانوں نے جب کبھی اپنی تعداد کی کثرت پر نگاہ کی ہے تو شکست کھائی ہے۔ غزوۂ احد کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ مدینہ ہی میں رہکر مقابلہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہماری تعداد کافی ہے ہم باہر نکلکر ہی دشمنوں کو روک لیں گے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیار پہنکر نکل آئے مگر صحابہ کو یہ خلش تھی کہ حضورؐ کا رجحان جب مدینہ ہی میں رہکر مقابلہ کرنے کا تھا تو ہمیں اسکے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہیئے تھا چنانچہ صحابہؓ نے پھر عرض بھی کیا مگر حضورؐ نے فرمایا کہ نبی جب ہتھیار لگالیتا ہے تو پھر اس کے لئے اتارنا حلال نہیں ہے۔ چنانچہ پھر وہی ہوا کہ مسلمانوں کو نقصان پہونچ گیا۔

اسی طرح غزوۂ حنین کے موقع پر صحابہؓ کو اپنی کثرت کا خیال پیدا ہوگیا تھا تو وہاں پر بھی ابتداءً شکست کھانی پڑی گو بعد میں پھر فتح ہوگئی۔ غرض جب بھی مسلمانوں نے توکل چھوڑا ہے اور اسباب پر نظر کی ہے بس کام بگڑا ہے مسلمانوں کے لئے اسباب کوئی چیز نہیں بس اللہ پر نظر ہونا چاہیئے۔

مسلمان اب بھی اپنی دولت سے محروم نہیں

اب بھی ہمارے پاس اتنی بڑی دولت موجود ہے خدا کا کلام موجود ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں موجود ہیں ہم اگرچہ خود کچھ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد سے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

اب ہم مسلمانوں کے لئے یہی راہ متعین سمجھتے ہیں کہ صدق و خلوص کیساتھ اللہ تعالےٰ کیطرف متوجہ ہو جائیں اور سچے مومن بنیں اور اللہ تعالےٰ کے جو وعدے مومنین کے لئے ہیں ان پر یقین کریں۔ اب وہ وقت نہیں رہا کہ رسمی طریقہ سے صرف وعظ وغیرہ سننے پر اکتفا کرلیا جائے۔ اب ایمان کے لئے اور عمل کے لئے وعظ سننے کی ضرورت ہے۔ اس سے بھی برا وقت اور کیا آئے گا۔ ہم اب بھی عمل کیطرف متوجہ نہ ہوئے تو پھر کب ہوں گے۔

(ہماری دنیوی پریشانیوں کا دینی علاج)

فرمایا کہ — اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں لَتُبْلَوُنَّ فِیْ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اَذًی کَثِیْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

(یعنی البتہ تم آگے اور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں اور جانوں میں اور البتہ آگے اور سنوگے بہت سی باتیں دلآزاری کی ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں۔ پس اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو سمجھ لو کہ یہ عزائم امور (ہمت کے کام) میں سے ہے)۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مومنین کو خطاب ہے یا مومنین کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خطاب ہے اللہ تعالےٰ نے مومنین کو خبر دیدی ہے اس حالت کی جو عنقریب آنے والی تھی

تاکہ اسکے تحمل کے لیۓ وہ اپنے کو آمادہ کرلیں اور اسکو برداشت کرنے کیلیۓ تیار ہوجائیں اور خوب صبر و ثبات سے اسکا مقابلہ کریں اسلئے کہ مصیبت کا اچانک آجانا یہ کرب و تکلیف کو زیادہ کردیتا ہے اور کرب و مصیبت کے لیۓ پہلے سے کمربستہ و آمادہ ہوجانا بڑے بڑے امور کو آسان کردیتا ہے۔ پس یہ جملہ مومنین کو تسلی دینے کے لیۓ تھا ان امور سے جو عنقریب واقع ہونیوالے تھے

اب سنیئے ایک صاحب جو دنیوی لحاظ سے بہت معزز ہیں اور بہت قابل آدمی ہیں لکھتے ہیں کہ :- "آجکل مسلمان اپنے ہی لوگوں سے پریشان ہیں اور موجودہ دور میں فقدان علم اور فقدان ایمان و ایقان کے سبب سے مسلمان کیا خواص اور کیا عوام سب کے سب سخت انتشار اور اضطراب کے کے شکار ہیں"۔

بے صبری اصل مصیبت ہے

دیکھا آپ نے کیا لکھ رہے ہیں؟ یہ لکھ رہے ہیں کہ اس پرآشوب زمانہ میں مسلمان بے صبر ہوکر یقین کھو بیٹھے ہیں اور اسکی وجہ سے یاس میں مبتلا ہوگئے ہیں میں نے ان صاحب کے خط کے جواب میں علامہ شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر کا ایک مضمون لکھدیا تھا انکو بہت پسند آیا پڑھکر خوش ہوگئے آپ بھی سنیئے لکھتے ہیں کہ :-

"علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر جو انعام فرمایا ہے ان میں سے ایک انعام یہ ہے کہ مجھ پر ایک دشمن مسلط کردیا ہے جو مجھے برابر ایذا دیتا رہتا ہے اور میری آبرو کو پارہ پارہ کرتا رہتا ہے اور یہ سب کچھ اسی لئے ہورہا ہے تاکہ مجھے بھی اقتدار انبیاء کی اور اقتدار اولیاء کی حاصل ہوجائے یعنی صبر کرنے میں انکی اقتدار حاصل کرسکوں)

دیکھئے یہ نہیں فرمارہے ہیں کہ جس طرح وہ دشمن مجھے پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے میں بھی

اسکو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور اسی ادھیڑ بن میں لگا ہوا ہوں یہ نہیں کہا بلکہ انبیاء کی اقتداء صبر میں فرمائی جارہی ہے یہ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام ایذا رسانی کے جواب میں جو کیا کرتے ہیں وہ صبر ہی ہے ؎

زاں بلاہا کانبیاء برداشتند ۔۔۔ سر بچرخ ہفتمیں افراشتند

یعنی انبیاء علیہم السلام کا سر جو ساتویں آسمان تک بلند ہوجاتا ہے تو محض اسوجہ سے کہ کہ انھوں نے تکلیفیں جھیلی ہیں اور اللہ تعالےٰ کے راستہ میں مشقت برداشت کی ہے اور بلاؤں ہی کے برداشت کرنے کا نام صبر ہے آپ تو کہتے ہوں گے کہ ہمکو صبر کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ بزرگوں نے تو اسی کیوجہ سے مرتبہ پایا ہے اب کوئی اس طریقہ کو ترک کرکے دوسرا طریقہ اختیار کرے گا تو اسکو کیا ملے گا۔ سچ ہے ؎

خون دل پینے کو اور لخت جگر کھانے کو ۔۔۔ یہ غذا ملتی ہے جاناں ترے دیوانے کو

مصائب سے گھبرانا نہیں چاہئے

مخالفین کیطرف سے ایذا رسانی طریقۂ قدیم رہا ہے چنانچہ جتنے رسول آئے سب کو ایذا دی گئی اسکو حق تعالےٰ ایک جگہ فرماتے ہیں وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلٰى مَا كُذِّبُوا وَ اُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ (آپ سے قبل بھی رسولوں کی تکذیب کیجاچکی ہے لیکن انھوں نے اپنی تکذیب کئے جانے پر اور ایذا پہونچائے جانے پر صبر کیا ہے یہانتک کہ ہماری مدد آپہونچی اور اللہ کی باتوں یعنی وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ چنانچہ آپ کے پاس رسولوں کی خبریں پہونچ ہی چکی ہیں)۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ (یعنی آپ بھی صبر کیجئے جسطرح کہ اور بڑے بڑے دوسرے اولو العزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے اور ان مخالفین کی ہلاکت چاہنے میں جلدی نہ کیجئے) یعنی ذرا صبر کیجئے پھر دیکھئے خدا کو کیا منظور ہے۔ ان آیات سے

معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء و رسل کی تکذیب پہلے زمانہ میں بھی ہوئی ہے اور ان حضرات کو ایذا بھی دی گئی تکذیب رسالت بھی کی گئی اور ایذا جسمانی بھی دی گئی یہاں تک کہ اللہ کی مدد آگئی جیسا کہ اَتَاھُمْ نَصْرُنَا فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ آپ کے پاس تو نبیوں کے حالات آچکے ہیں، مطلب یہ کہ آپ نے انکے صبر کرنے کو ملاحظہ فرمایا لہٰذا آپ بھی جلد بازی نہ کیجیے بس صبر کیجیے اور معاملہ کو خدا کے حوالے کیجیے

صبر کا درجہ شکر سے بڑھکر ہے

علماء نے فرمایا ہے کہ صبر کا ایسا درجہ ہے کہ شکر سے بڑھا ہوا ہے چنانچہ صبر کے متعلق فرمایا ہے وَجَزَاھُمْ بِمَا صَبَرُوْا یعنی انکا یہ بدلہ ان کے صبر کی وجہ سے ہوگا۔ یعنی انکو جو جنت ملی یا انھوں نے جنت جو پائی تو یہ صلہ تھا ان کے صبر کا اس کو شکر کا بدلہ نہیں قرار دیا۔

بلا بقدر ایمان

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الصَّالِحُوْن یعنی سب سے زیادہ بلا میں مبتلا ہونے والے انبیاء ہوتے ہیں پھر علماء پھر صالحین۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تک سبھی کو اسکا سامنا کرنا پڑا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو شیطان نے جنت سے نکلوایا۔ نوح علیہ السلام کے لئے حام، داؤد علیہ السلام کے لئے جالوت۔ سلیمان علیہ السلام کے لئے صخر، عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بخت نصر، ابراہیم علیہ السلام کے لئے نمرود، موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ہمارے پیغمبر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابو جہل تھا۔ اسی طرح صحابہ کو دیکھئے انکو بھی طرح طرح کی مصیبتیں پیش آئیں۔ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ صحابی کے دشمن آپس میں ملکر انکا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ عبداللہ ابن زبیرؓ کو ریاء اور نفاق سے منسوب کیا گیا تھا انکے سر پر گرم پانی ڈالدیا تھا جس سے انکا چہرہ جھلس گیا تھا، مگر چونکہ وہ نماز میں تھے لہٰذا انکو خبر تک نہ ہوئی اُنکی ایسی نماز کو ریاء سے تعبیر کرتے

تھے کہ نماز انکی ریائی ہے جو ہر وقت پڑھتے رہتے ہیں جب نماز سے فراغت ہوئی تو پوچھنے پر فرمایا کہ مجھکو کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی حالانکہ پھر ایک زمانہ تک اسکی تکلیف میں رہے اور صبر کیا۔ ابن عباسؓ صحابی کو شدید ایذار پہونچائی گئی ان کے بارے میں لوگ کہتے تھے کہ قرآن شریف کی تفسیر بلا علم اپنی رائے سے کرتے ہیں سعد بن ابی وقاصؓ کو کوفہ کے جہّال ایذار دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ سے شکایت کی گئی کہ نماز اچھی نہیں پڑھاتے۔

یہ صاحب جنھوں نے خط لکھا ہے لکھتے ہیں کہ جواب پانے پر شرح صدر ہوا اور یہ مذکورہ بالا عبارت جو میں نے عبدالوہاب شعرانی کی کتاب سے نقل کر کے بھیجی تھی اس سے بہت خوش ہوئے کہ ان لوگوں کے مقابلہ میں اب ہمارے اوپر اتنی مصیبتیں کہاں ہیں۔ لکھتے ہیں کہ ـــ اغیار سے بحث نہیں بلکہ مسلمان خود اپنوں ہی سے اس پر آشوب دور میں مصیبت میں گرفتار ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ بے صبر ہو کر یقین تک کھو بیٹھتے ہیں اور یاس و قنوت میں مبتلا ہیں اور شکوہ و شکایت کے ایسے کلمات زبان پر لاتے ہیں کہ وہ کسی طرح انکو زیب نہیں دیتے"۔

مصیبت میں کیا کرنا چاہیئے

غم چو بینی زود استغفار کن
غم بامر خالق آمد کار کن

بزرگوں کی تعلیم تو یہ ہے کہ جب مصائب آئیں تو توبہ و استغفار میں جلدی کرو

ع۵۔ راقم عرض کرتا ہے کہ آج عام طور سے بہت سے پڑھے لکھے لوگ بھی جب اللہ تعالیٰ سے دعار کرینگے تو ان لفظوں میں سہ حق پرستوں کی اگر کی تونے دلجوئی نہیں طعنہ دینگے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں یہ کچھ اچھا عنوان نہیں ہے اور خلاف واقعہ ہے جنکو حق پرست کہا جاتا ہے انصاف کے ساتھ تجزیہ فرمائیگا تو کوئی نفس پرست ہوگا کوئی جاہ پرست کوئی زر پرست کوئی کچھ پرست کوئی کچھ پرست۔ غرض غالب اکثریت غیر اللہ پرست ملیگی، حق پرست آج آپ کو کتنے ملیں گے۔ دوست کیجانب سے بے رخی سخط کے اسباب میں سے ہے اسی کو حضرت مولاناؒ فرمایا کرتے تھے کہ آج لوگ صفات تو اختیار کئے ہیں کفار و منافقین کی سی اور حق تعالےٰ سے اسپر انعام چاہتے ہیں وہ جو خدا نے مخلصین اور صالحین کو عطا فرمائے تھے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر ایسے حالات میں اظہار ندامت اور توبہ و استغفار کیضرورت ہے نہ کہ استحقاق جتانیکی۔ عجب نہیں کہ یہ بے ادبی شمار ہو جائے۔ ۱۲ (جامی)

یہ مصیبت خدا تعالیٰ کیطرف سے تمھارا کام ہی بنانے کے لئے آتی ہے۔ باقی جو لوگ زبان سے شکایت کے کلمات نکالتے رہتے ہیں اسکا سبب یہی ہے، کہ وہ سب اس حکمت ہی سے غافل ہیں کہ مصائب و آلام جو نازل ہوا کرتے ہیں تو اسمیں عمل کا مطالبہ ہے بندے سے اور اسکا امتحان ہے۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ ع۔ ایں بلائے دوست تطہیر شماست ہے۔ دوست کی جانب سے یہ آزمائشیں تمھاری درستگی کے لئے ہوا کرتی ہیں۔ اور سچ پوچھو تو مصائب و آلام اپنے ہی اعمال کے نتائج ہیں اللہ تعالےٰ کیطرف انکی نسبت نہیں کرنا چاہیئے مَا اَصَابَکُمْ مِن مُّصِیبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ پس جب مبغوض ہونے کا سارے کا سارا کام ہم لوگ کرتے ہیں تو پھر مقبولیت اور ثمراتِ نیک کے حصول کی تمنا کیسی؟ یہ تو بالکل خلاف عقل بات ہے۔ قرآن و حدیث اور سلف کے حالات یہی بتا رہے ہیں کہ ایمان و تصدیق اور اعمال صالحہ ہی مقبولیت کی اصل ہیں تو آخر کیوں نہیں انکو پکڑتے اور اس سے بد اعتقادی کیوں ہے؟ اور کیوں شکوہ و شکایت پر اتر آئے ہو اور جو مرتبہ اللہ نے اپنے مخلصین اور صالحین بندوں کو دیا ہے وہی آپ بھی اپنے لئے چاہتے ہیں اور ان کے جیسے اعمال نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّئَاتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ قرآن شریف میں اسکا مضمون جا بجا ہے کہ مسیئین (بدکار) اعمال صالحہ والوں کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتے اس دنیا میں رنج و الم سے کسکو نجات ہے ؎

وہ کون ہے جہاں میں جو اندوہگیں نہیں
اس غمکدہ میں آہ کوئی دل بھی خوش نہیں

اور اب یہ حالت ہے کہ بہت سے لوگ غم سے دوچار ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکوہ و شکایت کر بیٹھتے ہیں اور صبر و دعا سے کام نہیں لیتے ؎

غم چو بینی زود استغفار کن — غم بامر خالق آمد کار کن

غم خالق کے حکم سے آیا ہے اور مسلط ہے تاکہ تمکو خدا کیطرف رجوع کر دے ؎

ہیچ کنجے بے دَد و بے دام نیست
جز بہ خلوت گاہ حق آرام نیست

کوئی گوشہ دنیا کا ایسا نہیں ہے جہاں درندے اور جال موجود نہوں بس حق تعالیٰ کی یاد کا گوشہ البتہ اس سے محفوظ ہے اور وہیں آرام مل سکتا ہے بات یہاں سمجھنے کی یہ ہے کہ تم جب خود ازالہ غم نہیں کر سکتے تو خالق کیطرف کیوں متوجہ نہیں ہوتے ذوقِ عجز و بندگی اپنے اندر پیدا کرو تو اجابت ہونے پر مراد کو پہونچو گے اور اگر مراد نہ بھی ملی تو پھر بھی تو ایک چیز ہے یعنی ذوق بندگی جسکا ثواب ضرور ہی ہے ۔ دعا سے مراد صرف اللہ تعالیٰ سے بات کرنا ہوتا ہے ۔ مقبولیت کے لئے شرط ہے اعمال صالحہ اور جب اللہ تعالیٰ سے تعلق نہ ہوگا تو مقبولیت کہاں؟ حقیقی مقبولیت کا راز سمجھنے کے لئے ایک حدیث سنئے :۔

مقبولیت کا اصول امام مالکؒ نے موطا میں ایک باب قائم فرمایا ہے باب محبۃ اللہ عزوجل وفضل قبول الناس اذا کان لصلاح الرجل و تقواہ (یعنی باب اللہ تعالیٰ کی محبت کے بیان میں (یعنی اللہ تعالیٰ کا لوگوں سے محبت فرمانا اور لوگوں کی قبولیت کی فضیلت کے بیان میں جبکہ وہ انسان کے صلاح و تقویٰ کیوجہ سے ہو) یہ ترجمۃ الباب قائم فرما کر اسکے تحت امام مالک نے یہ حدیث نقل کی ہے ۔

" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ اے جبرئیل میں فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہوں (یعنی ایمان، صلاح اور تقوے کیوجہ سے) پس تم بھی اس سے محبت رکھو ۔ پس جبرئیل بھی اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں ۔ پھر آسمان والوں میں ندا کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں

شخص سے محبت فرماتا ہے تم لوگ بھی اس سے محبت رکھو یہ سنکر سب اہل سماء بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر اسکی یہ مقبولیت زمین پر اتر آتی ہے اسی طرح جب اللہ تعالےٰ کسی شخص سے بغض رکھتے ہیں تو امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ :- میرا خیال ہے کہ راوی نے بغض کے متعلق بھی اسی ترتیب سے بات کہی ہوگی جیسی محبت میں گذر چکی۔

دیکھئے حضرت امام مالکؒ نے ترجمۃ الباب (یعنی عنوان مضمون) جو قائم فرمایا ہے کہ جب انسان صالح اور متقی ہوتا ہے تو اسکے صلاح و تقویٰ کیوجہ سے حق تعالےٰ بھی اس سے محبت فرماتے ہیں اور لوگوں میں بھی وہ مقبول ہو جاتا ہے اور لوگ بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ لوگوں کے دلوں میں اسکی محبت ڈال دیتے ہیں۔ یہ ایک دعویٰ ہے اور دلیل اسکی یہ حدیث ہے کیونکہ محدثین کا طرز یہی ہوتا ہے کہ وہ ترجمۃ الباب کے عنوان سے ایک دعویٰ فرماتے ہیں پھر دلیل میں اسکے تحت ایک حدیث لاتے ہیں۔

ترجمۃ الباب میں اللہ تعالےٰ کے لئے محبت کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور لوگوں کے لئے قبول کا اور حدیث میں دونوں جگہ محبت کا لفظ ہے تو یہ اس لئے کہ قبول اور محبت ایک ہی شئے ہے لہٰذا اللہ تعالےٰ جس سے محبت فرماتے ہیں تو وہ مقبول عنداللہ بھی ہو جاتا ہے اور مخلوق جسکو قبول کرتی ہے تو اسی لئے کہ وہ عنداللہ مقبول ہوتا ہے

محبوب خلائق ہونا خدا کا عطیہ ہے

بہر حال کسی شخص کا محبوب خلائق ہونا حق تعالےٰ کا ایک عطیہ ہے جسے چاہے وہ نوازدے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کو بھی اس دولت سے نوازا جاتا ہے بلکہ انھوں نے محبوب خلائق بننے کی خواہش بھی کی ہے اس پر حضرت عمرؓ کی وصیت ذکر کرتا ہوں جو انھوں نے حضرت سعدؓ کو کی تھی جبکہ آپ انکو عراق کا امیر بنا کر رخصت کر رہے تھے۔

سنیئے! فرمایا کہ میں تمکو عراق کا گورنر بنا کر بھیجتا ہوں۔ میری وصیت

یاد رکھنا تم ایک سخت اور دشوار کام کے لئے جا رہے ہو جس سے خلاصی کی صورت بجز اتباع حق کے اور کچھ نہیں ہے اپنے نفس کو عمل خیر کی عادت ڈالو اسی کے وسیلہ سے فتح طلب کرو اور جان لو کہ ہر عادت کے لئے سامان اور سبب ہوتے ہیں پس خیر کا سامان اور سبب صبر ہے جو بھی حادثہ یا مصیبت پیش آئے اس میں صبر کو لازم پکڑو۔ ایسا کرنے سے خوف خدا تمھارے اندر پیدا ہوگا اور یاد رکھو کہ خوف خدا کی دو ہی علامتیں ہیں ایک اسکے حکم کی اطاعت کرنا دوسری معصیت اور نافرمانی سے بچنا اطاعت خداوندی وہی کر سکتا ہے جو دنیا سے نفرت کرتا ہے اور آخرت کی طرف راغب ہوتا ہے۔ اور معصیت کا سبب فقط دنیا کی محبت اور آخرت سے بے رغبتی ہے۔ اللہ تعالےٰ قلوب میں صاف اور خالص اور عمدہ کیفیات راسخ فرما دیتے ہیں جنکے بعض آثار ظاہر ہیں اور بعض مخفی۔ ظاہر تو یہ ہیں کہ حق کے اتباع میں کسی کے مدح و ذم کی پرواہ نکرے اور مخفی یہ ہے کہ حکمت کا دروازہ اس پر کھولدیا جاتا ہے اور اسکا ظہور اسکی زبان کے ذریعہ ہونے لگتا اور وہ انسان محبوب خلائق بنجاتا ہے تم اندیشۂ مدارات خلق یا شعبۂ ریا سمجھکر اس امر سے اعراض نکرنا۔ انبیاء علیہم السلام نے بھی محبوب خلائق بننے کی خواہش ظاہر کی ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی کو دوست رکھتا ہے تو مخلوق میں بھی اسکے دوست بنا دیتا ہے اور جب کوئی اسکے یہاں مبغوض ہوتا ہے تو مخلوق میں اسکو مبغوض و مردود بنا دیتا ہے لہٰذا تم اگر یہ معلوم کرنا چاہو کہ خدا کے یہاں تمھارا کیا مرتبہ ہے تو خاص بندگان خدا جو تمھارے ہمراہ اور تمھارے کام میں شریک ہیں انکے نزدیک اپنے مرتبہ اور قدر و منزلت کو دیکھ لو۔ آدمی شریف یا رذیل، اعلیٰ یا ادنیٰ اپنے نفس کی عافیت کے مطابق ہوتا ہے۔ سوائے اخلاق کے اور کوئی دوسری چیز نہیں کہ جسکی فضیلت دلیل عقلی اور مشاہدے ہر دو سے عیاں ہو اور یہی اخلاق اصول ہیں کہ جنکو پکڑنا چاہیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں

اور تحببّ ۵ع سے زہد نکرو۔ تو بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی سے محبت کرنے لگتے ہیں یا بغض کرنے لگتے ہیں تو یہی محبت یا بغض لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں لیکن اس میں اتنی تعمیم نہیں ہے کہ کافر اور منافق سے بھی محبت کرتے لگتے ہیں۔ نہیں بلکہ کافروں کو تو دشمن کہا ہے وہ کیسے مراد ہو سکتے ہیں۔ اور رہے منافق وہ رسول ہی کو نہیں مانتے اسلئے وہ کیا ہوں گے۔ اب باقی رہ گئے صرف مومن مخلص بس انھیں کا یہ حکم ہے جو حدیث میں بیان ہوا ہے اب اگر تم بھی اپنا مرتبہ اور قرب عنداللہ معلوم کرنا چاہتے ہو تو یہ دیکھو کہ تمھارا مرتبہ ان لوگوں یعنی خاص بندگان خدا کے نزدیک کیا ہے؟ یہی مطلب ہے اسکا کہ "زبان خلق کو نقارۂ خدا کو سمجھو"

مسلمانوں نے اپنے اخلاص کیوجہ سے خدا کے یہاں کیسا کیسا مرتبہ پایا تھا ان کے واقعات سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

جانور بھی مطیع ہو گئے سنیئے اپنی تاریخ ــــــ شہر قیروان کی بنیاد حضرت عقبہؓ صحابی کے ہاتھوں رکھی گئی

اسکی بنیاد اور آبادکاری کا واقعہ بھی صفحات عالم پر یادگار رہنے والا اور اسلام کی صداقت اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوصاف حمیدہ اور ذاتی محاسن اور مقبولیت کا عام سکّہ بٹھانے والا ہے۔ وہاں کے اصلی باشندے قوم بربر تھی لیکن مسلمانوں کے لیے کوئی مستقل چھاونی اس جگہ نہ تھی جس جگہ بالاستقلال قیام ہوتا اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ جب امیر افریقہ فارغ ہو کر مصر آتے تو نو مسلم بربر بھی مخالفوں کے ساتھ کھڑے ہو کر سب عہد و پیمان توڑ دیتے تھے اسی واسطے انکی نگرانی اور حفاظت کے لئے ایک مستقل چھاونی ایک مناسب جگہ پر بنانے کا ارادہ کیا اور غربی افریقہ کو ایک مستقل صوبہ قرار دیدینا مناسب سمجھا وہ موقع اور جگہ جو پسند فرمائی اسمیں بہت دلدل اور گنجان جنگل تھا حتیٰ کہ سانپوں کو بھی درختوں سے ہو کر نکلنا دشوار تھا اس جنگل میں ہر قسم کے زہریلے اور موذی جانوروں کا مسکن تھا آدمی کے بود و باش کا تو کیا ذکر گذرنا بھی خطرناک امر تھا

۵ع۔ محبوب بنائے جانے سے بے رغبتی نکرو۔

مگر چونکہ صحابہ کا ہر ارادہ باذن اللہ ہوتا تھا اور انکے ہر فعل میں مقبولیت کے آثار ظاہر ہوتے تھے اور جو کچھ وہ حضرات کرتے تھے اللہ کے بھروسہ پر کرتے تھے لہٰذا حضرت عقبہ امیر لشکر نے تمام صحابہ کو جمع کیا اسوقت لشکر میں اٹھارہ صحابی موجود تھے حضرت عقبہ نے اس جگہ کھڑے ہوکر تمام حشرات الارض اور سباع کو خطاب فرمایا یَا اَیُّھَا الْحَشَرَاتُ وَالسِّبَاعُ نَحْنُ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسَلَّمَ فَارْحَلُوْا عَنَّا فَاِنَّا نَازِلُوْنَ فَمَنْ وَجَدْنَاہُ بَعْدُ قَتَلْنَاہُ اے درندو! اور موذی جانورو سنو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جو اس جگہ آباد ہونا اور قیام کرنا چاہتے ہیں لہٰذا تم سب یہاں سے چلے جاؤ اور قیام کرنا چھوڑ دو، اسکے بعد ہم جس کو دیکھیں گے قتل کر دینگے

اس آواز میں معلوم نہیں کیا تاثیر تھی کہ سب حشرات الارض اور درندوں میں ایک ہلچل سی پڑ گئی اور اسی وقت جلاوطن ہونے کے لئے تیار ہو گئے جماعتوں کی جماعتیں نکلنا شروع ہو گئیں۔ شیر اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے، بھیڑیئے اپنے پلّوں کو لئے ہوئے، سانپ اپنے سنپولوں کو کمر سے چمٹائے ہوئے نکلے چلے جارہے تھے۔ یہ ایک عجیب ہیبتناک اور تعجب انگیز منظر تھا جو نہ اسکے قبل کہیں دیکھا گیا تھا اور نہ کسی کے وہم و گمان میں تھا۔ سب بربر کھڑے دیکھ رہے تھے اور سب جانتے تھے کہ اسوقت یہ کسی نہایت ہی زبردست قاہر کے حکم کے تابع اور مسخر ہوکر جارہے ہیں دوسروں کو ان سے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے؟ کیا یہ بات ممکن تھی کہ حقانیت اسلام کی ایسی روشن دلیل کو دیکھنے کے بعد بھی وہ بربر قوم باطل پرستی پر قائم رہتی؟ پس ہزارہا بربری صدق دل سے اسلام لائے اور اسلام کے حلقہ بگوش غلام بن گئے۔ یہ ہے غربی افریقہ میں ابتدائے اسلام دنیا بھر کے فلاسفر اور ماہر اسباب و تعلقات پر بحث کرنیوالے اگر تمام ذہنی و دماغی قوتیں صرف کر ڈالیں تو وہ ہرگز نہیں بتلا سکتے کہ حضرت عقبہ کی آواز میں کیا تاثیر تھی اور کیا سبب تھا کہ ایسے موذی جانور آواز سنتے ہی اطاعت کے لئے آمادہ ہو گئے اسکا سبب اگر بتلا سکتا ہے تو وہی شخص جو خالق و مخلوق کے ربط

اور اسکی حقیقت سے واقف ہو اور جو یہ جانتا ہو کہ تمام مخلوقات اور تمام اسباب ومسبّاب خالق کائنات کے ایک اشارہ اور حکم پر چلتے ہیں اور اسکی مرضیات کے تابع ہوتے ہیں۔ مملوک کو جو تعلق مالک کے ساتھ ہوتا ہے اس سے کہیں بڑھکر مخلوق کو خالق سے ہوتا ہے۔ مملوک مالک سے بے رخی کر سکتا ہے مگر مخلوق کبھی خالق سے سرتابی نہیں کر سکتی۔ مخلوق ہر آن اپنے وجود میں خالق کی محتاج ہے صحابہ چونکہ تمام خواہشات اور ارادات نفسانی سے بالکلیہ پاک ومبرا تھے انکی توجہ بجز بارگاہ حق تعالےٰ کے دوسری جانب نہ تھی وہ تمام مدارج فنا طے کئے ہوئے تھے اسلئے انکا حکم بھی وہی اثر رکھتا ہے جو خداوند عالم جل شانۂ کا تھا ان تعلقات کے ادراک واحساس کا کوئی آلہ ابتک ایجاد نہیں ہوا۔

غیبی نصرت غرض جب جانور بھاگ گئے اور سارا میدان موذی جانوروں سے پاک ہوگیا پھر چالیس سال تک وہاں ایک سانپ کی صورت بھی نہیں دکھائی دی۔ پھر وہاں دارالامارت بنایا گیا اور حضرت عقبہ نے وہاں جامع مسجد کی بنیاد ڈالی لیکن حقیقی جہت قبلہ کی تعیین اور دیوار قبلہ کو صحیح رخ پر قائم کرنے کے بارے میں بہت کچھ تردد تھا اگرچہ نماز کی ادائیگی کے لئے یہ ضروری نہیں تھا کہ سمت قبلہ بالکل صحیح ہو یعنی غیر مکی کے لئے اصابت عین کعبہ شرط نہیں ہے بلکہ غیر مکّی کے لئے استقبال جہت ہی کافی ہے مگر ممکن تھا کہ کسی وقت اس میں غلطی محسوس ہو اور جامع مسجد کا منحرف عن القبلہ ہونا کوئی وسوسہ عوام کے قلوب میں پیدا کر دے اسلئے اسکا اسقدر اہتمام کیا گیا چنانچہ ایک شب ایسا ہوا کہ کسی شخص کو ایسا کہتے سنا گیا کہ کل صبح تم جامع مسجد میں داخل ہونا تم کو ایک تکبیر کی آواز سنائی دیگی تم اسی آواز کی سمت میں چلنا جس جگہ اور جس موقع پر جاکر آواز موقوف ہو جائے وہی جگہ قبلہ کی ہے وہاں پر نشان لگا دینا اور دیوار قبلہ قائم کر دینا یہی وہ سمت قبلہ اور دیوار قبلہ ہوگی جس کو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے نماز پڑھنے کے واسطے ہمیشہ کے لئے پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا

صبح جب مسجد میں داخل ہوئے تو تکبیر کی آواز آئی اور جس طرف کو وہ آواز جاتی تھی اسی طرف کو حضرت عقبہ جاتے تھے یہانتک کہ ایک جگہ پہونچکر وہ آواز منقطع ہوگئی اسی خط پر نشان لگا دیا گیا اور اسی سمت پر قیروان کی تمام مسجدیں بنائی گئیں۔ یہ تائید غیبی تھی۔

غیبی تائید کا ایک اور عجیب واقعہ

دوسرا واقعہ سنئے! حضرت سعدؓ نے عاصم بن عمرؓ کو میسان کو فتح کرنے کیلئے روانہ کیا۔ عاصم بن عمرو جب وہاں پہونچے تو دشمن قلعہ میں داخل ہوکر محفوظ ہوگئے تھے اور مسلمانوں کو رسد بہم پہونچانے میں بھی بڑی دقت پیش آئی گوشت اور دودھ کا ملنا سخت دشوار ہوگیا۔ عاصم بن عمر نے ہرچند کوشش کی مگر گائے بیل، بکریاں وغیرہ کہیں سے دستیاب نہیں ہوئیں اتفاق سے اہل فارس میں سے ایک شخص (جو کہ چرواہا تھا) جنگل کے کنارے پر ملا اس سے پوچھا کہ دودھ اور باربرداری کے مویشی کہاں ہیں اس نے صاف انکار کردیا اور جھوٹ بول دیا کہ مجھے کچھ خبر نہیں لیکن اسی وقت جنگل کے اندر سے ایک بیل نے بآواز بلند کہا کَذَبَ عَدُوُّ اللّٰہِ ھَا نَحْنُ ھٰھُنَا دشمن خدا جھوٹ کہتا ہے ہم تو یہاں موجود ہیں یہ آواز سنتے ہی حضرت عاصم اس جنگل میں داخل ہوئے اور سب گایوں اور بیلوں کو ہانک لائے۔ اور پھر بحمداللہ دودھ اور گوشت کی کمی نہ رہی۔ یہ بھی تائید غیبی تھی۔ حجاج بن یوسف کو اس واقعہ کی اطلاع پہونچی تو اس نے اسکی تصدیق کرنا چاہی تو سب نے گواہی دی حجاج نے کہا تم غلط کہتے ہو (ایسا اس نے مزید تحقیق کے لئے کہا) انھوں نے کہا کہ تمھارا تکذیب کرنا اسوقت ٹھیک ہوتا کہ ہم وہاں موجود نہ ہوتے اور تم وہاں موجود ہوتے۔ حجاج نے یہ سنکر کہا بیشک تم صحیح کہتے ہو۔ لیکن یہ تو بتلاؤ کہ لوگ اس واقعہ کو دیکھکر کیا کہتے تھے؟ کہا کہ لوگ اس واقعہ سے اس پر استدلال کرتے تھے کہ حق تعالےٰ مسلمانوں سے راضی ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ تائید الٰہی شامل ہے اور فتوحات ان کے ہمرکاب ہیں۔ حجاج نے کہا یہ تو جب ہی ہوسکتا ہے

کہ کل جماعت کے لوگ متقی اور ابرار ہوں ان لوگوں نے کہا یہ تو ہمیں معلوم نہیں
کہ اس لشکر کے دلوں کے اندر کیا بات پوشیدہ تھی اور کن حالات کو اپنے اندر
لئے ہوئے تھے اور کن مقامات کو پہونچے ہوئے تھے فَاَمَّا مَا رَأَیْنَا قَطُّ
اَزْھَدَ فِی الدُّنْیَا وَلَا اَشَدَّ بُغْضًا لَھَا لَیْسَ فِیْھِمْ جَبَانٌ وَلَا غَالٌّ وَلَا غَدَّارٌ
(لیکن ظاہر میں تو ہم نے جو کچھ دیکھا وہ یہ بات تھی کہ کوئی شخص ان سے زیادہ دنیا سے
بے رغبت اور اسکو بغض و نفرت کی نگاہ سے دیکھنے والا ہم نے نہیں دیکھا
اور نہ ان میں کوئی بزدل اور نامرد تھا نہ کوئی خیانت کرنے والا اور نہ کوئی
غدار اور عہد شکن)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی اصل کامیابی کا راز یہی تھا
اور یہی وہ اوصاف تھے جسکی وجہ سے وہ مؤید من اللہ تھے۔ بات یہ ہے کہ
دنیا سے بے لاگ اور بے رغبت ہونا یہ ایسی صفت ہے جو صحابہ سے زیادہ اور کسی میں
نہ تھی اسی وجہ سے بعد کے اولیاء صحابہ کے درجہ کو نہیں پہونچ سکے

چوں از و گشتی ہمہ شے از تو گشت
چوں در و بستی ہمہ شے در تو بست

جب تم خدا سے پھرے تو سب چیزوں نے تم سے منہ موڑ لیا اور جب تم اللہ والے
ہو گئے تو سب چیزیں تمھاری ہو گئیں

کرنے کے کام

اسی لئے کہتا ہوں کہ تاریخ کے آئینہ میں اپنے کو دیکھو
اور سمجھو تو سہی کہ تم کیا تھے اور اب کہاں سے کہاں
پہونچ گئے ہو؟ خدا سے توبہ و استغفار کرو دین کی جانب دل سے رجوع ہو
طاعت و عبادت کے علاوہ اخلاق کی درستگی میں لگو، کسی اللہ والے کی صحبت
کو لازم پکڑو اور اپنے اندر کچھ اخلاق اور کچھ اخلاص، اللہ تعالےٰ سے کچھ صحیح
تعلق اور نسبت حاصل کرو پھر اللہ تعالےٰ کی نصرت اور تائید خداوندی کے منتظر ہو
تو ایک بات بھی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا ہے کہ کسی نے اخلاص اختیار کیا ہو

اور اسکی برکتیں ظاہر نہوئی ہوں ۔ جب کوئی بندہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اخلاص اختیار کرتا ہے تو اسکی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو وقت بدلتے دیر نہیں لگتی۔ مومن کا اخلاص ضایع نہیں ہوتا ۔ اللہ تعالےٰ نے اخلاص و تقوی پر جو وعدے فرما ہیں وہ بالکل حق ہیں اللہ تعالےٰ کی باتوں میں شک و شبہ نہیں کرنا چاہیئے اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے انکی نظر خدا پر ہوتی ہے اور جسکی نظر خدا پر ہو اسکی نگاہ میں دنیا و مافیہا کی کیا حقیقت ہے اور اسکے لئے مصائب اور پریشانیاں کیا چیز ہیں مگر افسوس اب مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ جہاں ذرا سی تکلیف پہونچی بس خلوص ختم اور افسوس در افسوس اس بات پر ہے کہ باوجود تازیانوں کے مسلمانوں کی غفلت میں اصلا تغیر نہیں ہوتا ۔ یہاں تک کہ دوسری قوموں کو تو کچھ احساس بھی ہے اور وہ ترقی کرنا بھی چاہتے ہیں مگر مسلم قوم ایسی سوئی کہ اسکو کوئی چیز بیدار نہیں کرپاتی کیسے کیسے واقعات ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں مگر مسلمانوں کو عبرت نہیں ہوتی وہ اپنی اسی بدحالی پر قائم ہیں یہ شعر ہماری حالت پر کس قدر چسپاں ہے ؎

دہر میں کیا کیا ہوئے ہیں انقلابات عظیم
آسماں بدلا، زمیں بدلی، نہ بدلی خوئے دوست

میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں اب بھی موقع ہے سنبھل جاؤ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اپنا معاملہ صحیح کرلو ۔ صدق و اخلاص اختیار کرو تمہارا وقت پھر لوٹ آئے گا ۔ اللہ تعالےٰ کو وقت بدلتے دیر نہیں لگتی بس تم میں تقوی اور اخلاص پیدا ہوجانے کی دیر ہے ۔ اللہ کے ساتھ تقوی اختیار کرو اور اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھو ۔

قدرت الٰہی کے عجیب نمونے

اللہ تعالےٰ کی قدرت پر ایک واقعہ سنئے! ایک صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک ہاتھی چھوٹا ہوا جارہا تھا اور اپنے غرور میں مست تھا راستے میں ایک گدھے کو چرتے

ہوئے دیکھا بس ہاتھی کو شرارت سوجھی اور اپنی سونڈ سے ایک لکڑی
اٹھا کر گدھے کی پیٹھ پر رسید کر دیا اور چلتا بنا گدھا اسی طرح خاموشی سے
چرتا رہا گویا اسکو کچھ خبر ہی نہیں مگر انتقام کی تدبیر سوچتا رہا اور باوجود گدھا ہونے
کے ایک بڑی عمدہ تدبیر سوچ لی چنانچہ جب وہ ہاتھی ادھر سے واپس لوٹا اور
اور اس گدھے کے پاس سے گذرا تو اس گدھے نے لپک کر اسکی سونڈ اپنے دانتوں
سے پکڑ لی اور چمٹ گیا ہاتھی کی سونڈ ہی اسکا ہتھیار ہے اور بہت نازک ہوتی
ہے بس جب گدھے نے سونڈ پکڑ لی تو ہاتھی بالکل بے بس ہو گیا اور تکلیف سے
پریشان ہو گیا۔ بدحواسی میں ہاتھی کی عقل ایسی ماری گئی کہ اسکو کچھ بھی بچاؤ کی تدبیر
نہ سوجھی ورنہ اگر اپنا ایک پاؤں بھی گدھے پر رکھ دیتا تو اسکو سونڈ چھوڑتے ہی
بنتی۔ جب لوگوں نے یہ معاملہ دیکھا تو دوڑ پڑے اور ہاتھی کی سونڈ چھڑانا چاہی
اور اسکو ڈنڈے سے مارنا شروع کیا مگر گدھا بھی ایسا ڈٹا کہ لوگ عاجز آ گئے
اور اس نے نہ چھوڑا ناچار لوگ گدھے کے مالک یعنی دھوبی کو بلا کر لائے
کہ اب تم ہی اسکو بلاؤ تو شاید چھوڑ دے اور آ جائے۔ چنانچہ گدھے کے مالک نے
آ کر اسکو بلایا تب جا کر اس نے سونڈ چھوڑی اور ہاتھی کی بھی اصلاح ہو گئی اور
اسکی ساری مستی ختم ہو گئی اور بڑی سنجیدگی سے سر جھکائے چلا گیا۔

تو دیکھئے اللہ تعالیٰ کی قدرت ایسی ہی ہے کہ بڑے سے بڑے پر اپنی
ایک چھوٹی سی مخلوق کو مسلط فرما دیتے ہیں۔ اگلی امتوں کے لوگوں نے انبیاء علیہم السلام
کو ستایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کافروں کو مسلط کر دیا اور انبیاء علیہم السلام کے خون
کا انتقام ان کافروں کے ذریعہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ کافر جو خود
انبیاء کا دشمن ہے وہ انبیاء کے خون کا انتقام ان کے دشمن سے لے رہا ہے
بیشک اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انسان سمجھ بھی نہیں سکتا

ایک آدمی کو کسی نے خبر دی کہ تمہارے لڑکے کو گھڑیال نے نگل لیا ہے
یہ سنکر باپ مایوس نہیں ہوا بلکہ لوہے کا کوئی اوزار لیکر نہایت غصہ کے ساتھ

دریا کیطرف چل دیا ادہر ادہر دیکھا تو وہ گھڑیال خشکی ہی میں پڑا ہوا تھا اس آدمی نے سمجھ لیا کہ ہو نہو یہی گھڑیال ہے بس لپک کر اچانک وہ اوزار اسکی آنکھوں میں پیوست ہی تو کر دیا۔ گھڑیال نے تکلیف سے بے چین ہو کر اس لڑکے کو اگل دیا ابھی چونکہ زیادہ نہیں گذری تھی لڑکا زندہ تھا لڑکے کو لیکر وہ اپنے گھر چلا آیا۔ تو دیکھا آپ نے اللہ تعالےٰ کے لئے کوئی بات مشکل نہیں ہے وہ چاہتے ہیں تو گھڑیال کے منہ کا نگلا ہوا لڑکا تک صحیح سلامت مل جاتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے تشریف لیچلے تو راہ میں غار ثور میں آپ اور آپ کے صاحب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے تھے غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا اور جنگلی کبوتر نے انڈے دے دیئے کفار تلاش کرتے ہوئے اس غار کے منہ پر آکر کھڑے ہو گئے مگر جب مکڑی کے جالے اور کبوتر کے انڈے کو دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر اسمیں کوئی داخل ہوا ہوتا تو یہ چیزیں یہاں موجود نہ ہوتیں تو دیکھئے کہ باوجود اسکے کہ کفار بینا تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سے اندھے ہو گئے اور اللہ تعالےٰ نے اس طرح سے اپنے رسول کی حفاظت فرمائی۔

اللہ تعالےٰ کی بھی عجیب شان ہے کہ ضعیف ترین مخلوق سے قوی ترین کام لیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تار عنکبوت مستحکم قلعہ اور کبوتر کے انڈے توپ کے گولے بن گئے کہ دشمن کو خائب وخاسر ہی واپس ہونا پڑا۔ اللہ تعالےٰ کیلئے کوئی چیز مشکل نہیں وہ جب چاہتے ہیں جو چاہتے ہیں کر سکتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایت ہے کہ ابتدا میں صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمایا کرتے تھے تاکہ کفار کوئی گزند آپؐ کو نہ پہونچا سکیں یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (یعنے اللہ تعالےٰ آپؐ کی حفاظت فرمائیں گے لوگوں سے) یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ سے سر مبارک باہر نکالکر فرمایا کہ اب تم لوگ اپنے اپنے گھر

چلے جاؤ کیونکہ اللہ تعالے نے میری حفاظت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ یہ آیت نازل فرماکر اللہ تعالے نے آپ کو دوہری زرہ اور بلند قلعوں کی پناہ سے مستغنی فرمادیا۔ مفتی عنایت احمد صاحب نے اپنی کتاب "الکلام المبین" میں اس آیت پر زبردست بحث کی ہے اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان معجزات میں سے شمار فرمایا ہے، باوجود اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کس قدر دشمن تھے کفار و مشرکین آپ کو گزند پہونچانے کے درپے اور یہود و نصاریٰ آپ کی جان اور ایمان کے دشمن، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حفاظت کا کوئی ظاہری انتظام نہیں نہ کوئی چوکی نہ پہرہ مگر پھر بھی کوئی دشمن آپ پر کامیابی نہ پاسکا یہ آپکا کھلا ہوا معجزہ اور اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ کا مظہر ہے۔ بیشک اللہ تعالےٰ کی قدرت کی عجیب شان ہے

حضرت یونس علیہ السلام کی سرگذشت

تمام انبیاء علیہم السلام میں حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ سب سے زیادہ عجیب ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی عجیب شان جلوہ گر معلوم ہوتی ہے اس لئے آپ لوگوں کو عطر الوردہ شرح قصیدہ بُردہ سے یہ واقعہ سناتا ہوں غور سے سنئے:۔

حضرت یونس اہل شہر نینوا کیطرف (جوکہ شہر موصل کے مقابلہ میں واقع ہے اور دریائے دجلہ دونوں کے بیچ میں بہتا ہے) مبعوث ہوئے تھے وہاں کے باشندے بت پرست تھے حضرت نے انکو ایک عرصہ دراز تک خدا پرستی کی ہدایت کی مگر وہ راہ پر نہ آئے اور قوم مذکور نے حضرت یونس علیہ السلام سے سوال کیا کہ پانی میں سے آگ نکال دیجئے اور اسکو بغیر سوختہ کے روشن رکھئے چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کر دکھایا مگر وہ ایمان نہ لائے جب حضرت انکے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ اپنی قوم کے پاس جائیے اور کہدیجئے کہ عذاب الٰہی

عنقریب آنیوالا ہے اس پر بھی وہ راہ پر نہ آئے جب رات ہوئی تو حضرت یونس
علیہ السلام نے معہ اپنی زوجۂ شریفہ اور دونوں بیٹیوں کے ان سے مفارقت کی اور
شہر چھوڑ کر چلدیئے اور حق تعالیٰ نے دوزخ کی باد سموم اور دخان (دھواں) کو ان پر مسلط کردیا
یہ حال دیکھکر اہل نینوی نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملے تو اب
انکو عذاب کا یقین ہوگیا اور انھوں نے درگاہِ خداوندی میں عجز و زاری شروع کی
اور بت پرستی سے تائب ہو گئے اور بغرض حصول رحمت اولاد کو انکی ماؤں سے
جدا کردیا اور ٹاٹ کا لباس پہن لیا اور جو کسی نے ظلم سے کسی کی چیز چھین لی تھی اسکو
واپس کردیا یہاں تک کہ اگر کسی نے پتھر غصب کر کے مکان کی بنیاد میں رکھدیا تھا
تو وہاں سے نکال کر مالک کو دیدیا اور وہ لوگ شہر سے باہر نکلے اور عجز و زاری
درگاہ ایزدی میں شروع کی اور کہنے لگے کہ بار خدا ہم تجھ پر اور تیرے نبی یونسؑ
پر اور سارے انبیاء پر ایمان لائے اب ہمارے گناہ بخشدے اور یہ عذاب
دور فرمادے یہ کہکر سب سجدے میں گر پڑے اس پر ملائکہ عذاب کو حکم ہوا کہ لبس کرو
میں موحّدوں پر عذاب نہیں بھیجتا چنانچہ وہ لوگ مومن اور مامون ہو کر شہر میں
واپس آئے علماء میں اختلاف ہے کہ قوم یونس پر عذاب واقع ہوا یا نہیں؟
اور صحیح تر یہ ہے کہ عذاب واقع نہیں ہوا بلکہ آثار عذاب ظاہر ہوئے انکو دیکھکر
وہ تائب ہو گئے اور اگر عذاب شروع ہوجاتا تو انکی توبہ قبول نہ ہوتی ۔ صرف
انھوں نے ابر سیاہ و خوفناک جس کے ساتھ بکثرت دُخان تھا دیکھا تھا جس نے
انکے شہر کا احاطہ کرلیا تھا اور انکے مکانوں کی چھتیں سیاہ ہوگئی تھیں ۔ اب
حضرت یونس علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اپنی قوم کا حال دیکھیں اور کیفیتِ عذاب
معلوم کریں تو ان سے ابلیس بصورت ایک پیر مرد کے ملا آپ نے اس سے
پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ شہر نینوی سے ۔ آپ نے
پوچھا کہ شہر کے باشندوں پر آج کیا گذری اس نے کہا کہ یونس نے ہمکو وقوع عذاب کی خبر دی تھی
سو کچھ ظہور میں نہ آیا ہمکو معلوم ہوگیا کہ وہ کاذب تھے ۔ یہ سنکر حضرت یونس علیہ السلام

غصہ ہوئے اور کہاکہ میں ایسی قوم میں جانا نہیں چاہتا ہوں جو مجھکو جھوٹا جانتی ہے۔ اور حضرت کے ساتھ آپکی زوجہ اور دو بیٹے بھی تھے جب آپ دجلہ کے کنارے پہونچے تو پہلے آپ بڑے بیٹے کو دریا کے پار اُتار آئے بعدازاں چھوٹے لڑکے کو لینے آئے اور جب اسکو لیکر دریا کے منجدھار میں پہونچے تو پانی زیادہ ہوگیا اور وہ لڑکا غرقاب ہوگیا اور بڑے لڑکے کو جس کو دریا کے پار اتار آئے تھے بھیڑیا لے بھاگا۔ حضرت پانی سے نکلکر لڑکے کو بھیڑیئے سے چھڑانے دوڑے سو بھیڑیا باذن الہٰی بولا کہ یونس تو واپس جا لڑکا نہیں چھوٹے گا۔ پھر واپس آئے تو وہاں اپنی زوجہ کو نہیں پایا سخت غمگین ہوئے اور رونے لگے ناچار وہاں سے چل پڑے اور سمندر تک پہونچ گئے وہاں ایک کشتی تیار پا بجانے کو دیکھی اہل کشتی نے آپ پر رحم کیا اور سوار کرلیا۔ جب کشتی نے کسی قدر فاصلہ طے کرلیا تو ہوا کا طوفان اٹھا جس سے قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے کشتی والے جمع ہوئے اور کہاکہ کشتی میں کوئی خطاکار شخص موجود ہے یہ سنکر حضرت یونس علیہ السلام نے کہاکہ کشتی میں ایک غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہے جب تک تم اسکو دریا میں نہ ڈالوگے نجات نہ پاؤگے اسی اثنا میں ایک بڑی مچھلی نمودار ہوئی کہ اسکا منہ کشتی کیطرف تھا اور ارادہ کرتی تھی کہ پوری کشتی ہی کو نگل جائے۔ حضرت یونس ع نے کہاکہ یہ سب بلائیں تم پر میرے ہی سبب سے ہیں مجھکو دریا میں ڈال دو تو تم چین سے ہوجاؤ گے ان لوگوں نے کہاکہ یہ امر بے قرعہ ڈالے طے نہیں ہوسکتا البتہ جس پر قرعہ نکل آئے اسکو دریا میں ڈال دیا جائے گا یہ کہکر انھوں نے تین بار قرعہ ڈالا اور ہر بار حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا جیساکہ قرآن میں مذکور ہے فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ آنی مَغْلُوبِيْن ناچار انکو دریا میں ڈال دیا اور فوراً انکو ایک بڑی مچھلی نگل گئی اور یہ وقت آدھی رات کا تھا پس وہ تین تاریکیوں میں مبتلا تھے ایک تاریکی شب کی، دوسری دریا کی، تیسری شکم ماہی کی، پس یونس علیہ السلام نے ان تینوں تاریکیوں میں اپنے رب کو پکارا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ

سُبۡحٰنَكَ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ہ یعنی آپ کے سوا کوئی معبود نہیں پاک ہے آپکی ذات بیشک میں ہی ظالموں میں سے ہوں) اور خدا تعالےٰ کا حکم ماہی کو ہوا کہ یونس کو محفوظ رکھ یہ تیری غذا نہیں ہیں بلکہ تیرا شکم انکا قیدخانہ ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام بطنِ حوت میں بروایت صحیح چالیس روز رہے اور جب وہ مچھلی گھومتے گھومتے وہاں پہونچی جہاں انکو اپنا لقمہ بنایا تھا تو ساحل پر پہونچکر انکو اگل دیا۔ اس وقت آپ کا حال چڑیا کے اس بچہ بے بال وپر کے مانند تھا جو انڈے سے نکلتا ہے یعنی محض مضغہ گوشت تھے تو خداوند جل شانہٗ نے انکی پرورش کیلئے اسی وقت درخت کدو کو پیدا کر دیا۔ اور جس روز حضرت شکم ماہی سے برآمد ہوئے وہ ۱۰ محرم کی تاریخ تھی پھر خدا نے ایک آہوئے مادہ کو حکم دیا اور وہ آپکو اپنا دودھ پلانے لگی اسی طرح چالیس روز دودھ پیکر فی الجملہ قوت پیدا ہوگئی ایک روز جو خواب سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ درخت کدو خشک ہوگیا ہے اور ہرنی چلی گئی ہے یہ دیکھکر آپ مغموم ہوئے اور رونے لگے اس پر اللہ تعالےٰ نے اس مضمون کی وحی بھیجی کہ تم ایک ہرنی کے غائب ہو جانے سے جو تمھاری پیدا کی ہوئی نہ تھی اور ایک درخت کدو کے جاتے رہنے سے جس کو تم نے نہیں بویا تھا روتے ہو اور لاکھ آدمیوں بلکہ اس سے زائد کی ہلاکت پر جو کہ اولاد ابراہیم علیہ السلام سے ہیں تمکو رونا نہ آیا۔ بعد ازآں ایک فرشتہ دو حُلّے لایا اور انکو پہنائے اور کہا اے یونس عٗ اپنی قوم میں جا وہ تیرے مشتاق ہیں پس آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک گاؤں میں پہونچے وہاں دیکھا کہ ایک شخص کے ساتھ ایک عورت ہے اور وہ پکار رہا ہے کہ جو شخص اس عورت کو شہر نینوئی میں یونس بن متی کے پاس پہونچا دے اسکو سو مثقال زر دیتا ہوں۔ حضرت یونس عٗ نے جو دیکھا تو انکی زوجہ تھیں حضرت نے اس مرد سے اس عورت کا قصہ دریافت کیا اس نے کہا کہ یہ عورت دریا کے کنارے پر اپنے شوہر کی منتظر بیٹھی تھی وہاں ایک بادشاہ شاہانِ نواحی سے گذرا اور اسکو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا اور اسکے ساتھ ارادہٗ بد کیا خدا نے

لے جوڑے

اسکے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں خشک کر دیئے ۔ اس نے اس عورت سے
دعائے شفاء کی درخواست کی اور کہا کہ آئندہ کبھی ایسا ارادۂ بد نہیں کروں گا اس
عورت نے دعاء کی اور وہ اچھا ہوگیا اس نے اس عورت کو میرے حوالہ کردیا اور
سو مثقال زر خالص کے دیئے کہ اسکو شہر نینوی میں یونس بن متیٰ کے پاس پہونچادو
حضرت یونس عم نے کہا کہ میں اسکو پہونچادونگا ۔ اس نے آپ کو زر مذکور دیکر عورت سپرد
کردی اس کے بعد آپ دو فرسخ چلے ہوں گے کہ دوسرے گاؤں میں پہونچے وہاں
دیکھا کہ ایک شخص ایک چوپائے پر سوار ہے اور اسکے پیچھے ایک لڑکا بیٹھا ہوا ہے
حضرت یونس علیہ السلام نے جو اسے دیکھا تو وہ آپ کا چھوٹا بیٹا تھا جو ڈوب گیا
تھا آپ نے اس سے لے لیا اور گلے لگا کر خوب روئے ۔ سوار نے پوچھا تم کون ہو
کہا میں یونس بن متی ہوں اور یہ میرا بیٹا ہے اس نے لڑکا آپ کے حوالے کردیا
یونس علیہ السلام نے اس شخص سے لڑکے کا قصہ پوچھا اس نے کہا میں ماہی گیر
ہوں ایک روز میں نے دجلہ میں جال ڈالا اس میں یہ لڑکا آگیا اور وہ زندہ تھا
غیب سے آواز آئی کہ اس لڑکے کو اچھی طرح رکھ جب تیرے پاس اسکا باپ
یونس بن متی آجائے تو اسکو دے دینا ۔ پس حضرت یونس علیہ السلام روانہ ہوکر
شہر نینوا کے قریب پہونچے تو وہاں ایک لڑکا دیکھا کہ وہ سر راہ بکریاں چرا رہا ہے
اور یہ دعا کر رہا ہے کہ الٰہی میرے والد کو میرے پاس پہونچادے حضرت نے
اسے دیکھا تو آپ کا بڑا بیٹا تھا سو دونوں گلے لگ کر خوب روئے ۔ پھر کہا اے
پدر بزرگوار ! یہ بکریاں اس گاؤں کے ایک شخص کی ہیں آپ شہر میں میرے ساتھ
چلئے تاکہ بکریاں اسکے حوالہ کردیں سو دونوں گاؤں میں آئے اور ایک بڑے
بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اپنے دروازے پر بیٹھا ہے لڑکے نے اس سے کہدیا
کہ یہ میرا پدر ہے وہ اٹھا اور حضرت کے ہاتھ چومنے لگا حضرت یونس علیہ السلام
نے اس پیر مرد سے کہا کہ اس لڑکے کا قصہ تمکو معلوم ہے ؟ اس نے کہا ہاں میں
ان بکریوں کو چرا رہا تھا میں نے دیکھا کہ یہ لڑکا ایک بھیڑیئے کی کمر پر سوار ہے اور

اس درندے نے اس لڑکے کو میرے روبرو اپنی کمر سے ڈال دیا اور باذنِ اللہ بولا کہ او چرواہے اس لڑکے کو بہ حفاظت تمام رکھ جب یونس بن متیٰ آوے تو اس کے سپرد کر دیجو کہ یہ اسکا فرزند ہے۔ بعد ازاں حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے چل پڑے راستہ میں انکو ایک چرواہا بکریاں چراتا ہوا ملا آپ نے اس سے دودھ مانگا اس نے کہا میاں دودھ کہاں؟ جب سے ہمارے نبی یونس ہم سے غائب ہوئے ہیں ہم نے دودھ نہیں چکھا آپ نے فرمایا اچھا ایک بھیڑ میرے پاس لے آؤ وہ لایا آپ نے اسکی پستان کو ہاتھ لگایا وہ باذن اللہ دودھ اتار لائی آپ نے دوہا یہ دیکھکر چرواہا تعجب میں آگیا اور کہا کہ اگر حضرت یونس زندہ ہیں تو وہ تم ہی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں ہی یونس ہوں یہ سنکر وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا اور چومنے لگا۔ آپ نے اسکو فرمایا کہ تو ابھی شہر جا اور ان کو میرے دیکھنے کی خبر دے۔ اس نے کہا یا حضرت وہ میری تصدیق نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بکریاں اپنے ساتھ لے جا یہ تیرے قول کی گواہی دینگی۔ آخر چرواہا بکریاں لیکر وہاں سے چلا اور جب وسط شہر میں پہونچا اور باآواز بلند کہا کہ لوگو خوش ہو جاؤ ہمارے نبی یونس علیہ السلام واپس آگئے اور میں انکو دیکھکر آرہا ہوں لوگوں نے اسے جھٹلایا تو اس نے کہا میں سچا ہوں اور یہ بکریاں میری گواہ ہیں سو بکریاں باذن اللہ اسکی گواہی دینے لگیں لوگوں کو تعجب ہوا پھر یہ خبر وہاں کے بادشاہ کو پہونچی وہ فوراً تخت سے اترا اور اسکے ساتھ تمام اہل شہر سوار ہوئے اور جاکر دیکھا کہ حضرت یونس علیہ السلام تشریف رکھتے ہیں آپ انکو دیکھکر بہت روئے آخر لوگ حضرت کو شہر میں لے گئے اور بادشاہ نے آپ کو تخت پر بٹھایا اور آپ خادمانہ آگے کھڑا ہوا اور اہل شہر بہت خوش ہوئے پھر حضرت ان میں ایک عرصہ تک مقیم رہے اور امر بالمعروف کرتے رہے اور منہیات سے منع کرتے رہے یہاں تک کہ بادشاہ مرگیا آپنے اس چرواہے کے لڑکے کو بلا کر بادشاہ کر دیا (کذا فی اخبار الاول و آثار الدول عطر الوردہ)

اللہ کو وقت بدلتے دیر نہیں لگتی

انبیا علیہم السلام میں سب سے دردناک واقعہ حضرت یونس علیہ السلام کا ہے

کیسا عبرتناک واقعہ ہے ؛ بیشک اللہ تعالیٰ کو وقت بدلتے دیر نہیں لگتی۔ کہاں تو پوری قوم یونس بت پرست تھی اور کہاں پھر سب کے سب مسلمان ہو گئے اللہ کی قدرت کی عجیب شان ہے وہ چاہتے ہیں تو اپنی مخلوق سے اس طرح کام لے لیتے ہیں۔ مچھلی کے پیٹ سے قید خانہ کا کام لیا، ماہی گیر سے کس طرح حفاظت کرائی۔ بھیڑئیے اور بکریوں کو گویائی عطا فرما دی اور درندے سے ماں کی گود کا کام لے لیا

حضرت یونس علیہ السلام پر جو مصائب آئے ان سے اللہ تعالےٰ کو انکی آزمائش مقصود تھی انبیار علیہم السلام کے جو مصائب کے واقعات ہوتے ہیں ان پر یہ حضرات صبر کرتے ہیں اور ان کے درجات بلند ہوتے ہیں اور انجام کار انھیں کو کامیابی ہوتی ہے جیسا کہ باری تعالےٰ کا ارشاد ہے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْن یعنی انجام تو متقیوں ہی کے لئے ہے۔ ان آزمائش کے واقعات سے ان حضرات کی شان کچھ کم نہیں ہوتی بلکہ اس سے انکے درجات اور بلند ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی یعنی مجھکو یونس بن متی پر فضیلت مت دو مطلب یہ کہ تمکو یہ خیال نہو کہ مجھکو آسمانی معراج ہوئی اور یونس علیہ السلام کو مچھلی نگل گئی۔ یہ اللہ تعالےٰ کی اپنے انبیار کے ساتھ بھید کی باتیں ہیں تم ان اسرار کو نہیں سمجھ سکتے انکی یہی معراج تھی۔

ایک اہم تنبیہ

اب یہاں پر ایک اور مضمون بیان کرنا چاہتا ہوں ذرا توجہ سے سنئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جن قوموں پر عذاب آیا ہے جب ان کے دیار سے گذرو تو ڈرتے ہوئے اور خدا سے استغفار کرتے ہوئے اور پناہ چاہتے ہوئے گذرو اور اس جگہ کی چیزیں کبھی استعمال نکرو۔ چنانچہ ایک ایسی جگہ کے پانی سے صحابہ نے آٹا وغیرہ گوندھ لیا تھا تو آپ نے اسکو پھنکوا دیا اور استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ جس طرح ان جگھوں پر اب تک

قہر کا اثر ہے اور اب بھی وہاں سے لاپرواہی سے گزرنے میں (یعنی بغیر عبرت کے) عذاب الہٰی میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اسی وجہ سے ڈرتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے اور اللہ تعالےٰ کی پناہ چاہتے ہوئے وہاں سے گزرنے کا حکم ہے۔ اسی طرح سمجھئے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں قوموں کے عذاب کا ذکر ہے تو ان آیات اور تذکرۂ عذاب پر بھی لاپرواہی سے نہیں گذرنا چاہئے بلکہ ڈر ہوتے استغفار کرتے ہوئے خدا کی پناہ چاہتے ہوئے گذرنا چاہیئے کیونکہ جس طرح وہ جائے عذاب ہیں اور انکا یہ حکم ہے اسی طرح یہ آیات بھی تذکرۂ عذاب ہیں انکا بھی وہی حکم ہے۔

میں لوگوں سے یہی کہا کرتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام نازل فرمایا ہے تو کیا اب بھی کوئی بات رہ سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان نہ فرمائی ہو اور اس کو بندوں کے بیان کے لئے چھوڑ دیا ہو، ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ جو محیطِ کل ہیں وہ بھلا کسی مضمون کو کیسے چھوڑ دیں گے؟ کون سا مضمون ایسا ہے جو قرآن شریف میں نہیں ہے وعظ میں نصیحت میں، عبرت میں، تذکرہ میں ہر چیز میں خدا کا کلام سب کلاموں سے بالاتر ہے لہٰذا جو شخص خدا کے کلام سے متاثر نہ ہوگا تو اور کسی کلام سے کیا ہوگا؟ کسی کا وعظ اسی قدر موثر ہوگا جس قدر قرآن کے مضامین کے تحت ہوگا۔ آج قرآن کو پکڑو اس پر ایمان لاؤ تمھارا وہی وقت لوٹ آئے گا۔

خاتمۂ کلام

مسلمانو! اگر آج تم سمجھ رہے ہو کہ وقت نازک ہے تو کچھ کام کرو اور وہ کام یہ ہے کہ (اللہ پر قرآن پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سچا ایمان لاؤ اور نفس و نفسانیت) کو چھوڑ دو حضورؐ دعا فرمار ہے ہیں کہ وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا اسے پروردگار! ہم پر ایسے لوگوں کو مسلط نہ فرمائیے جو ہم پر رحم نہ کریں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مسلط کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کیطرف سے مسلط کیا جاتا ہے۔ اس بات کا یقین کرلینا چاہیئے کہ یہ جتنی باتیں پریشانی کی ہو رہی ہیں یہ سب خدا کی ناراضگی کے سبب ہیں دشمن کی ناراضگی کی وجہ سے نہیں۔ دشمن کی رضا یا ناراضگی کوئی چیز

نہیں ؎

گو ہوا دشمن زمانہ ہو مگر اے دل ہمیں
دیکھنا یہ ہے مزاج یار تو برہم نہیں

لہذا جب تک خدا کو راضی نکرو گے کچھ حاصل نہوگا۔

ارے خدا کے بندو! خدا کی جانب توجہ کرتے جاؤ اب سے اخلاص اختیار کرو
یہ جو اعمال تم کر رہے ہو پانچوں وقت کی نمازیں پڑھ رہے ہو۔ قرآن شریف کی تلاوت
کر رہے ہو۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کر رہے ہو یہ ساری باتیں کچھ کم نہیں ہیں انھیں میں
اخلاص پیدا کر لو پھر برکتیں دیکھو۔ کوئی کام اگر آپ کے لئے مشکل نظر آتا ہے تو خدا کے لئے
تو مشکل نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے تو تمھارے حالات پر
بھی تو اسکو قدرت حاصل ہے؟ اللہ تعالےٰ کی قدرت محدود نہیں اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ
مُّحِیْطٌ تمام چیزیں اللہ تعالےٰ کے احاطۂ قدرت میں ہیں بس اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہیئے
مسلمان جو دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ نصوص میں تصریح ہے۔
آخر آپ لوگ اتنی اتنی عبادتیں کرتے ہیں کیا یہ قبول نہیں ہوتیں؟ اگر قبول نہیں ہوتیں
تو کرتے کیوں ہیں معلوم ہوا کہ قبول ہوتی ہیں اور ضرور قبول ہوتی ہیں۔ بس دعا بھی
کیجئے وہ بھی قبول ہوگی آپ دعا تو کرتے ہیں مگر انھیں کاموں میں جہاں اسباب مساعد دیکھتے ہیں
اور جن امور میں اسباب نامساعد ہوں ان میں دعا ہی نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر
قادر ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام بوڑھے تھے اور بیوی بانجھ تھیں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے
اولاد کی دعا کی اور وہ قبول بھی ہوگئی۔ بلا اسباب کسی چیز کا ہوجانا ہمارے لئے خرق عادت
ہے مگر اللہ تعالےٰ کے لئے جس طرح اسباب کے ساتھ کسی چیز کے پیدا کر دینے کی قدرت ہے
اسی طرح بغیر اسباب کے کسی چیز کے پیدا کر دینے پر بھی قدرت ہے انکے لئے دونوں
برابر ہیں بس مسلمانوں کے لئے پریشانی کے وقت میں دعا سے بڑھکر کوئی چیز نہیں۔ بس
اللہ تعالیٰ کو راضی رکھئے اور انھیں سے مانگیئے وہ دیتے ہیں اور خوب دیتے
ہیں۔ ایک جج صاحب کہتے تھے کہ میرے والد صاحب وکالت کیا کرتے

تھے اور میں والد صاحب کے لئے تین چیزوں کی دعار کیا کرتا تھا ایک یہ کہ وکالت چھوڑ دیں دوسرے یہ کہ حج کر آئیں اور تیسرے یہ کہ فلاں بزرگ سے مرید ہوجائیں چنانچہ اللہ تعالےٰ نے تینوں دعائیں قبول فرمالیں یعنی والد صاحب نے وکالت بھی چھوڑدی، حج بھی کر آئے اور مرید بھی ہوگئے۔ میں کہتا ہوں کہ بھائی دعار کی قبولیت کوئی جج اور وکیل کے ساتھ خاص نہیں ہے آپ بھی دل لگا کر دعار کیجیے قبول ہوگی، اہل مکہ میں سے جو مسلمان ہجرت نہ کرسکے تھے اور کفار مکہ انکو طرح طرح سے ایذار دیتے تھے تو انھوں نے بھی اللہ تعالےٰ سے دعار کرکے ہی مدد چاہی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے انکی دعار کو قرآن شریف میں بیان بھی فرمادیا ہے وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا یعنی اپنے پاس سے ہمارا کوئی دوست اور مددگار بنا دیجیے چنانچہ انکی دعار قبول ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیر بنا کر بھیجدیا اور مکہ فتح ہوگیا۔

جب بندہ دعار کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ کے ساتھ بہت زیادہ قرب اور تعلق ہوجاتا ہے اور دعار میں جتنی رجار (قبولیت کی امید) ہوتی ہے اتنی ہی قبولیت ہوتی ہے۔ ہم اگر کچھ نہیں کرسکتے تو دعار تو کرسکتے ہیں اپنے اختیار میں جتنا کام ہو اسکو تو کرہی لینا چاہیئے۔ جب کبھی تمکو کوئی دینی یا دنیوی پریشانی ہو بس دعار میں لگ جاؤ ان شار اللہ تعالےٰ سب مشکلیں آسان ہوجائینگی۔ کام کرکے تو دیکھو۔

مسلمانوں نے جب کبھی غفلت اختیار کی ہے تو سزا ملی ہے مگر جب انھوں نے توبہ کی اور خدا کی طرف رجوع ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے پھر وقت بدل دیا ہے بس آخر میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں یہ کام کا وقت ہے کام کرتے جاؤ، کہو تو کام کی بات کہو کرو تو کام کی بات کرو اور سب لغویات چھوڑدو۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

(مولانا احمد مکین صاحب)

راہِ نجات

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ

اہل اسلام تمام عالم میں بالخصوص اس ملک میں ایک سخت اور آزمائشی دور سے گذر رہے ہیں ہر صبح ایک نئی آزمائش اور ہر شام ایک نئی مصیبت درپیش رہتی ہے۔ ماضی کا تجربہ اور حال کا سابقہ مستقبل میں مزید دشواریوں اور خطرناکیوں کی جانب اشارہ کر رہا ہے۔

ایام گذشتہ میں بھی ملتِ اسلامیہ کو ایسے بہت سے سخت اور مشکل ترین مراحل پیش آئے ہیں اسلاف امت نے ان مصائب اور آفات سے نجات کے لئے کیا ذریعہ اختیار کیا ہمیں وہ تلاش کرنا ہے اور ان اسباب کو بھی ڈھونڈھنا ہے جنکی پاداش میں یہ حالات پیدا ہوئے۔ قرآن حکیم نے یہ واضح طور پر فرمادیا کہ تم پر واقع ہونے والی مصیبت تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ اور جو مصیبت تم کو پہونچتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال بد کا نتیجہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو چند وصیتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ ہے اِیَّاکَ وَالْمَعْصِیَۃَ فَاِنَّ بِالْمَعْصِیَۃِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰہِ گناہ سے بچو کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی کا نزول ہوجاتا ہے۔ جب لوگ قرآن و حدیث کے احکامات و تعلیمات کا اثر نہیں لیتے، خوف خدا اور فکر آخرت اپنے اندر پیدا نہیں کرتے۔ اعمال حسنہ اور توبہ و استغفار سے غافل رہتے ہیں تو یہ دنیاوی آفات اور مصائب کے تھپیڑے انھیں آگاہ و بیدار کرتے ہیں تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ جب یہ دنیاوی عذاب انکے لئے ناقابل برداشت ہے تو عذاب آخرت جو دائمی اور ابدی ہے اسکے برداشت کی طاقت کہاں سے لائیں گے۔ کَذٰالِکَ

الْعَذَابُ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ایسا ہی ہوتا ہے، عذاب اور بیشک عذاب آخرت اس سے بڑا ہے، کاش وہ سمجھ لیتے دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ہم لوگوں کو کچھ عذاب قریب (دنیا میں) چکھاتے ہیں (آخرت کے) بڑے عذاب سے پہلے تاکہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔ ان مضامین کو متعدد آیات اور احادیث میں بیان کیا گیا ہے جس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ دنیا کا فساد اور اہل دنیا پر آلام و مصائب کی وجہ خداوند قدوس کی نافرمانی اور اسکے احکام سے سرتابی ہے۔ آج بھی اگر اللہ کے بندے اپنے پروردگار کی رضا و خوشنودی کے لئے اوامر کا امتثال اور نواہی سے اجتناب کرنے لگیں، توبہ و استغفار اور صدقہ و خیرات کی جانب توجہ کریں تو نصرت خداوندی آج بھی معاون و مددگار ہوکر مومن بندوں کو استحکام و ثبات بخش سکتی ہے۔ ایمان و یقین کی وہ شمع روشن ہو سکتی ہے جس پر فضل ایزدی اور نصرت خداوندی پروانہ وار نثار ہو، جس کے سامنے سمندر کی گہرائی، چٹانوں کی سنگلاخی، پہاڑوں کی بلندی، ہواؤں کی تیزی اور آگ کی سوزش سب بے معنیٰ ہو جاتے ہیں۔ ع

آج بھی ہو جو براہیم سا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

جب کوئی بندہ اپنے آقائے کریم کی بارگاہ میں عرق ندامت سے آلودہ جبین نیاز رکھکر توبہ و استغفار کرتے ہوئے اطاعت و فرماں برداری کا عزم کرتا ہے تو رؤف الرحیم مہربان ہوکر اسکو اپنی پناہ اور امان میں لے لیتا ہے۔ قتل و غارت، خوف و ہراس، فقر و افلاس ہٹا کر امن و سکون کی زندگی عطا فرماتا ہے۔ شوکت و عظمت اور راحت و عزت سے دوبارہ نواز دیتا ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ — تم میں سے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں انسے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ زمین میں انکو خلافت

فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۝ (پ ع)

عطا فرمائیگا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے انکے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اسکو ان کے لئے قوت دیگا اور انکے اس خوف کے بعد اسکو امن سے بدل دیگا۔

قرآن و حدیث سے جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ تمام حالات، المناک حادثات، دلخراش واقعات اور سراسیمگی و بیچارگی ہمارے اپنے ہی اعمال و غفلت کا نتیجہ ہیں سالہا سال کا تجربہ ہے، دردر کی ٹھوکریں کھا چکے، مدد و استعانت کے لئے ہر در پر صدا دی، غیروں کی رضا، اور خوشنودی کے لئے اپنا شعار، اپنی تہذیب، اپنا تمدن سب کچھ مٹا چکے، غفلت میں زندگی گذاری اور معصیت میں عمر گنوائی، ایک در کے علاوہ ہر در پر دستک دی، ایک چوکھٹ کے سوا ہزار چوکھٹ پر جبیں سائی کی مگر ہائے افسوس سوائے نامرادی اور ذلت و رسوائی کے کیا ملا ؎

سوائے گرد ملامت، ملا بھی کیا ہم کو
بہت تھا شوق زمانے کے ساتھ چلنے کا

توکیوں نہ ہم خود کو بدل لیں تاکہ وقت اور زمانہ بھی بدل جائے کیوں نہ ہم خدا کے ہو جائیں تاکہ سارا عالم ہمارا ہوجائے، وہ فعل اور عمل کریں جس سے وہ خوش ہو وہ شعار اور راستہ اپنائیں جو اسکی رضا کا سبب ہو اور اس پر اعتماد کریں جو اعتماد کے قابل ہو۔

وَمَا لَنَا اَلَّا نَتَوَکَّلَ عَلَی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰانَا سُبُلَنَا ۚ وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَا اٰذَیْتُمُوْنَا ۚ وَ عَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ ۝

ہمیں کیا ہوگیا کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اس نے ہمکو ہمارے راستے بتلا دیئے - اور تم نے جو کچھ ہمکو ایذا رپہونچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنیوالوں کو بھروسہ کرنا چاہئے

اس قادر مطلق سے استعانت طلب کریں جو شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ اس

احکم الحاکمین کو پکاریں جو خود کہتا ہے "مجھ سے مانگو میں دونگا" تو بہ کرو قبول کرونگا" اسکی بارگاہ میں ان الفاظ کے ساتھ حاضر ہوں جو ایک زبان ذیشان سے ادا ہوکر بارگاہِ ذوالجلال میں مستجاب ہوچکے ہیں تک "دعا" کے لئے اس سے زیادہ موثر اور بلیغ الفاظ، موزوں و مناسب الفاظ انسان نہیں لا سکتا۔ ان کے الفاظ شہادت دیتے ہیں کہ یہ ایک پیغمبر ہی کی زبان سے نکلے ہیں، ان میں نبوت کا نور ہے، پیغمبر کا یقین ہے، عبد کامل کا نیاز ہے۔ محبوب رب العالمین کا اعتماد و ناز ہے، فطرت نبوت کی معصومیت و سادگی ہے، دل دردمند اور قلب مضطر کی بے تکلفی اور بے ساختگی ہے، صاحب غرض اور حاجت مند کا اصرار و اضطرار بھی ہے اور بارگاہ الوہیت کے ادب شناس کی احتیاط بھی، دل کی جراحت اور درد کی کسک بھی ہے۔ اور چارہ ساز کی چارہ سازی اور دلنوازی کا یقین و سرور بھی، درد کا اظہار بھی اور اس حقیقت کا اعلان بھی کہ ؎

درد با دادی و درمانی ہنوز

حدیث و سیرت کے دفتر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو دعائیں منقول ہیں انپر نظر ڈالئے کیا کوئی بڑے سے بڑا ادیب اپنی بے بسی و کمزوری کا نقشہ کھینچنے کے لئے اپنا فقر و احتیاج بیان کرنے کے لئے اور دریائے رحمت کو جوش میں لانے کے لیے اس سے زیادہ موثر اس سے زیادہ دل آویز، اس سے زیادہ جامع الفاظ لا سکتا ہے ہے۔

جب ایک بے سہارا مومن بندہ بہتے ہوئے آنسوؤں اور ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ اپنے کارساز حقیقی کو پکارے گا اور کہے گا

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ اَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ـ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْلَنَا رَبَّنَا ج اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (ممتحنہ - ع ۱ پ ۲۸)	اے ہمارے پروردگار! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری طرف ہم رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں کافر لوگوں کا ہدف ستم نہ بنا اور ہمیں اے پروردگار بخش دے بیشک تو ہی زبردست ہے حکمت والا۔

جب اپنی مظلومیت اور شکستگی کو ان الفاظ میں ادا کرے گا

اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اِلٰی عَدُوٍّ یَّتَھَجَّمُنِیْ اَمْ اِلٰی قَرِیْبٍ مَّلَّکْتَہٗ اَمْرِیْ اِنْ لَّمْ تَکُنْ سَاخِطًا عَلَیَّ فَلَا اُبَالِیْ غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَكَ اَوْسَعُ لِیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِكَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ اَضَاءَتْ لَہُ السَّمٰوٰتُ وَاَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَیْہِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیَّ غَضَبُكَ وَتُنْزِلَ عَلَیَّ سَخَطَكَ وَلَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِكَ۔

اے اللہ میں تجھی سے شکوہ کرتا ہوں اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں کی نظروں میں اپنی بے وقعتی کا۔ اے سب سے بڑھکر رحم کرنیوالے تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے آیا کسی دشمن کے جو مجھے دبائے؟ یا کسی دوست کے قبضہ میں میرے سب کام دے رہا ہے۔ اگر تو مجھ سے ناخوش نہو تو مجھے ان (میں سے کسی چیز) کی پرواہ نہیں ہے پھر بھی تیرا دیا ہوا امن ہی میرے لئے زیادہ گنجائش رکھتا ہے۔ میں تیری ذات گرامی کے نور کی پناہ میں آتا ہوں جس نے آسمان کو روشن کر رکھا ہے اور اس سے ظلمتیں چمک اٹھی ہیں اور اس سے دنیا و آخرت کے کام درست ہیں (پناہ) اس امر سے کہ تو مجھ پر اپنا غصہ اتارے اور اپنی ناخوشی نازل کرے اور حق ہے کہ تو ہی منایا جائے یہاںتک کہ تو راضی ہو جائے۔ اور نہ کوئی بچاؤ (گناہ سے) ہے اور نہ کوئی طاقت (عبادت کی) ہے مگر تیری ہی مدد سے۔

جب اپنی خطاؤں کا اقرار کر کے اپنی حرماں نصیبی کو بیان کرتے ہوئے معافی کا خواستگار ہوگا

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔

اے ہمارے پروردگار! ہم نے خود اپنے اوپر ظلم کئے ہیں اور اگر تو ہی ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحمت نہ کریگا تو ہم یقیناً نامرادوں میں سے ہو جائیں گے۔

جب گڑگڑا کر التجا کرے گا :-

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٥

اے ہمارے پروردگار ہمکو ظالم لوگوں کا تختۂ مشق نہ بنائیے اور ہمیں اپنے رحم وکرم سے کافر لوگوں سے چھڑا لیجئے

نیز :-

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۔

ہمارے لئے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے غیب سے کسی حمایتی کو بھیجئے ۔

نیز :-

اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ

بار الہا! میں ہارا ہوں پس تو میرا بدلہ لے لے

جب زبان و دل پر وہ الفاظ جاری ہو جائیں گے جس نے یونس بن متیٰ علیہ السلام کو دریا کی گہرائی اور شکم ماہی سے نجات دی

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ [1]

آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک بے عیب ہیں بے شک میں قصوروار ہوں ۔

تو کیا ان دعاؤں سے دریائے رحمت میں تلاطم نہیں آئیگا ؟ کیا رحمت خداوندی کو متوجہ کرنے کے لئے یہ کافی نہیں ہے ؟ کیا غیرت خداوندی جوش میں آکر اپنے بندوں

[1] اس دعا کے متعلق ابو داؤد میں بروایت حضرت سعد بن وقاص ؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو مسلمان بھی کسی مقصد کے لئے اس دعا کو پڑھے گا اسکی دعا قبول ہوگی ۔ اسی لئے بزرگوں سے منقول چلا آرہا ہے کہ وہ انفرادی یا اجتماعی مصیبت کے وقت یہ دعا سوا لاکھ (۱۲۵۰۰۰) مرتبہ پڑھتے ہیں اور اسکی برکت سے اللہ تعالے مصیبت دور فرما دیتے ہیں ۔

(معارف القرآن)

کی دستگیری نہیں کریگی ؟ کیا لسان نبوت سے ادا شدہ یہ پرتاثیر الفاظ اجابت و قبولیت سے خالی جائیں گے ؟ ہرگز نہیں، کبھی نہیں۔ بشرطیکہ ہم کامل تقویٰ و واخلاص اختیار کریں، اپنے اندر انابت و خشیت پیدا کریں ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

ان حالات بد سے نجات حاصل کرنے کے لئے سب سے اہم تدبیر دعا[1] ہے — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ " قضا، کو صرف دعا، ہٹا سکتی ہے، اور ارشاد فرمایا کہ " احتیاط و تدبیر سے تقدیر نہیں ٹلتی "، اس سے معلوم ہوا کہ دعا تمام تر احتیاط و تدبیر سے بڑھکر مفید ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا "دعا، میں ہمت نہ ہارو " کیونکہ دعا کرتے ہوئے کوئی ضائع نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک بلا زدہ قوم پر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ " یہ لوگ اللہ تعالےٰ سے عافیت کیوں نہیں مانگتے "۔ آپ نے فرمایا " دعا، مومن کا ہتھیار دین کا ستون ہے، آسمان و زمین کا نور ہے "۔ نیز آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے، جو دعا، میں اڑ جائے اور پھر اسکو عطا نہ ہو خواہ سر دست اسکو دیدیں یا آئندہ کے لئے جمع کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا، شرف قبولیت سے ضرور نوازی جاتی ہے مگر اسکی صورت مختلف ہے کبھی مطلوبہ شے حاصل ہو جاتی ہے اور کبھی جمع کر دی جاتی ہے۔

آج بھی اگر دل کے سوز اور قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا کیجائے تو اسکی برکت سے بلائیں ٹل سکتی ہیں خطرات کے منڈلاتے سائے چھٹ سکتے ہیں۔ ہوش و تدبیر کی وہ روشنی مل سکتی ہے جس کے ذریعہ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ کے فرمان کے مطابق سامان تحفظ سے بھی آراستہ ہوا جا سکتا ہے رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

---

[1] ۔ حضرت حکیم الامتؒ، دیباچہ مناجات مقبول اشرفی ۔

اب آخر میں ہم حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے ایک مضمون کا اقتباس (قدرے تصرف کے ساتھ) ذکر کر رہے ہیں جس میں حضرت نے دعا کی اہمیت اور افادیت کے بیان کے ساتھ ہی خاص خاص حالات کی وہ دعائیں بھی ذکر فرمادی ہیں جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں اور اسلاف کرام کا معمول رہا ومجرب ہیں۔

(دشمن کے بالمقابل موثر ترین ہتھیار)

ایک موقع پر کائنات کے سب سے بڑے اور سب سے سچے انسان سید الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلَا اَدُلُّکُمْ مَا یُنْجِیْکُمْ مِنْ عَدُوِّکُمْ وَیُدِرُّ کُمْ اَرْزَاقَکُمْ تَدْعُوْنَ اللّٰہَ فِیْ لَیْلِکُمْ وَ نَھَارِکُمْ فَاِنَّ الدُّعَاءَ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ

(الحاکم فی المستدرک و ابو یعلیٰ)

کیا میں تمھیں ایسے راز سے آگاہ نہ کروں جو تمھیں تمھارے دشمن سے نجات دلائے اور تمھاری معیشت میں ا[illegible] وہ راز یہ ہے کہ تم رات دن اللہ [illegible] سے دعا کیا کرو۔ [illegible]عا مومن کا اسلحہ ہے۔

یہ اسلحہ ہر گھر میں ہر فرد بغیر کسی مادی ذرائع کے ہر وقت تیار کر سکتا ہے اور اس اسلحہ کی اثر انگیزی کی شہادت خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشاد گرامی سے بھی دے رہے ہیں اور آپ نے ہر شدید ترین مرحلہ پر اس ہتھیار سے کام لیا ہے اور خدائے ذوالجلال نے اس ہتھیار سے آپ کی امت کے لاکھوں افراد کو کامیابی بھی عطا فرمائی ہے

اس حدیث کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں:۔

اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ وَ عِمَادُ الدِّیْنِ وَنُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (مستدرک)

دعا مومن کا اسلحہ ہے، دین کا ستون ہے، آسمان وزمین کا نور ہے۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ اہل ایمان نے جب بھی دین کے اس ستون کا سہارا لیا

اور جب بھی دعا کی شمع جلائی آسمان و زمین کی ساری قوتیں انکی حمایت میں لگ گئیں
اور بالآخر انھیں کامیابی اور فتح حاصل ہوئی۔

(یقین بھرے دل سے دعائیں کرو)

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اس کیفیت میں دعائیں کرو کہ تم انکی قبولیت پر یقین رکھتے ہو، تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ لاپرواہ، متوجہ نہونے والے اور دعا کی قبولیت پر یقین نہ رکھنے والے دل کی دعا کو قبول نہیں فرماتے
(ترمذی، مشکوٰۃ)

(ضعف قلب اور بزدلی کا علاج)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔

میرے اللہ میں آپکی پناہ چاہتا ہوں بزدلی اور بخل سے اور میں پناہ طلب کرتا ہوں ناکارہ عمر سے اور دنیا کے فتنوں اور آزمائشوں سے اور پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے۔

(مصائب کے دفع کرنے، قلب کو مضبوط کرنے، دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے)

۱۔ سورۂ لِایلاف قریش کسی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ پڑھنا۔
۲۔ بعد نماز صبح و مغرب سات مرتبہ یہ دعا پڑھنا۔

حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

کافی ہے مجھے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور وہی ہے عرش عظیم کا رب۔

۳۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَلَاحَوْلَ کافی ہے ہمکو اللہ تعالیٰ اور وہی سب کام سپرد

وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ کردینے کے لئے اچھا ہے حالات کو بدلنے کی اور ہر قسم کی قوت صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جو بہت ہی بلند شان اور عظمتوں کا مالک ہے۔

ایک ہزار مرتبہ پڑھکر اپنے مقصد کے لئے دعاء مانگنا چاہیے۔

۴۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ — کافی ہے مجھے اللہ بہت اچھا وکیل بہت بہتر سرپرست اور سب سے بہتر مددگار

۵۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ — اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اے سدا قائم و دائم میں تیری رحمت کے سہارے تجھ سے فریاد کرتا ہوں

۶۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَیْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ — اے اللہ جسے آپ کچھ عطا فرمانا چاہیں اسے کوئی محروم نہیں کرسکتا اور جسے آپ محروم کردیں اسے دینے والا کوئی نہیں، جس بات کا آپ فیصلہ صادر کریں اسے رد کرنے کی قوت کسی میں نہیں اور کوئی بڑی سے بڑی عظمت و دولت والا ایسا نہیں جسے یہ دولت آپ کے عذاب سے محفوظ رکھ سکے۔

۷۔ اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ لَیْسَ شَیْئٌ اَعْظَمَ مِنْہُ وَبِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَّبِاَسْمَاءِ اللّٰہِ الْحُسْنٰی مَا عَلِمْتُ مِنْھَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ — میں عظمتوں کے مالک اللہ کی ذات اقدس سے پناہ طلب کرتا ہوں جس سے کوئی بھی چیز بڑی نہیں اور اللہ کے کامل ترین کلمات کی پناہ چاہتا ہوں جن سے کوئی بھی نیک و بد متجاوز نہیں ہوسکتا اور میں اللہ کے اسماء حسنیٰ کے توسط سے پناہ مانگتا ہوں ان تمام فتنوں، حوادث اور مصیبتوں سے جو میرے علم میں ہیں اور جو میں نہیں جانتا ہوں ان تمام قوتوں کے شر سے جو اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہیں

۸۔ بکثرت استغفار اور صدقہ وخیرات کرنا۔

(جب اپنے آپ کو بے سہارا محسوس کریں)

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَّ اَصْلِحْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ

میرے اللہ! میں آپ ہی کی رحمت کا امیدوار ہوں آپ مجھے ایک لمحہ کے لئے میرے نفس کے سپرد نہ کیجئے اور میرے احوال وظروف کی اصلاح فرمایئے آپ تنہا رب و معبود ہیں۔

(خدا کی پناہ کا قلعہ)

حضرت عبداللہ اسلمی نے فرمایا کہ ہم ایک عمرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، باد و باران کا طوفان شروع ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ سے ہٹ کر ایک ٹیلے کے نیچے قیام فرمایا اور رات بھر نماز میں مشغول رہے۔ صبح کو عبداللہ اسلمی آپ کے قریب پہونچے تو آپؐ نے انکے سینہ پر ہاتھ رکھکر قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس پڑھنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ جو شخص ان سورتوں کو پڑھکر اللہ کی پناہ لے گا اسکو کوئی چیز نقصان نہ پہونچائیگی۔

(رواہ البزاز ورجالہ رجال الصحیح از مجمع الزوائد)

سورۂ اخلاص: قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ہ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ہ

کہو اللہ تنہا ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ اسکی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، نہ ہی اسکا کوئی مثیل ہے وہ بے مثال اور اکیلا ہے۔

سورۂ فلق: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ہ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ہ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ہ وَ

کہو میں پناہ پکڑتا ہوں اس رب کی جو پو پھٹنے کا رب ہے (کھجور کی گٹھلی اور گندم کے دانے، ایٹم کے پھٹنے کا رب یعنی کائنات کی ہر چھوٹی بڑی قوت حتی کہ ایٹم بم بھی اسکے قبضہ و تصرف میں ہے اور اسی کے اذن سے وہ کسی کو ضرر پہونچا سکتا ہے اگر اذن نہو تو محض بیکار اور قطعی

مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ . بے ضرر ہو سکتا ہے) ہر اس چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی، رات
فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ کی تاریکی میں آنے والے (حوادث اور بلوائیوں کے مکروفریب اور حملوں)
حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ سے جبکہ رات پوری طرح چھا جائے ان کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں
جو بندھی ہوئی اشیا اور دھاگے کی گرہوں سے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں
اور حسد کرنیوالے کے شر سے جب وہ حسد کر رہا ہو -

سورہ والنّاس : قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

کہیئے میں پناہ طلب کرتا ہوں سارے انسانوں کے رب سے جو سب کا معبود و حاکم بھی ہے (کوئی بھی ہو خواہ کتنا بڑا سرکش اور زور آور اور کافر ہی کیوں نہ ہو اسکے دائرہ اختیار سے باہر نہیں) ان سب کے شر سے جو وسوسہ اندازی کرنے والے ہیں جو دلوں میں تو ہمات اور وساوس پیدا کرتے ہیں (کہ تم ذلیل و خوار ہو جاؤ گے اور تمھارا کوئی پرسانِ حال نہ ہو گا) یہ شر انگیز انسانوں میں سے بھی ہیں اور جنوں میں سے بھی -

(جب خطرات منڈلا رہے ہوں)

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ

اے اللہ! میں پناہ طلب کرتا ہوں آپکی نعمت کے زوال سے اور آپکی عطا فرمودہ عافیت کے مصیبت سے، بدل جانے سے اور آپ کے ناگہانی عتاب سے اور ہر قسم کی ناراضگی سے -

(جب دشمن کی قوت سے گھبراہٹ ہو)

غزوہ خندق کے دن صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اب تو دل منہ کو آنے لگے (سخت گھبراہٹ طاری ہے) کوئی دعا اس وقت کے لئے بھی ہے - حضور نے فرمایا ہاں یہ دعا مانگو :-

۱۔ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا
اے اللہ ہمارے کمزور پہلوؤں پر پردہ ڈالئے اور خطرات سے محفوظ رکھئے۔

صحابہ کہتے ہیں ہم نے یہ دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ایسی ہوا بھیجی جس نے کفار کا منہ موڑ دیا۔

۲۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنَاھُمْ بِمَا شِئْتَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ
یا اللہ! کافی ہو جائے ہمکو ان کے مقابلہ میں جس طرح آپ چاہیں، اے اللہ! ہم آپکو دشمنوں کے بالمقابل لاتے ہیں اور انکے شر و فساد سے پناہ مانگتے ہیں

اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف فرماویں اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرماویں ہر جگہ مسلمانوں کو عزت و قوت و ثبات قدم عطا فرماویں۔ آمین۔

مولوی احمد متین صاحب

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللہ کے بعض فضائل

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ کے فضائل، اسکی برکات، اسکی عظمتوں کا بیان جن احادیث اور تاریخی واقعات سے ثابت ہے وہ قارئین کے پیش نظر ہے، امید ہے کہ یہ دعا رمصائب اور حوادث کے اندھیروں میں قندیل ثابت ہوگی، ٹوٹے ہوئے دل جڑیں گے، بہتے ہوئے آنسو ٹھہریں گے، ایک مومن خدائے عزوجل کے سامنے جب عجز وانکسار کا مجسمہ بنکر خود کو عاجز و بے بس جان کر، بے بسی و بے کسی کی کیفیات میں اسے تڑپ تڑپ کر پکارتا ہے تو اللہ تعالٰے جو ماؤں سے بھی زیادہ مہربان ہے آغوش رحمت اور در قبولیت کھول دیتا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ تم مجھکو پکارو میں تمھاری دعاؤں کو ضرور قبول کرونگا۔ یہ اعلان اسی کا ہے اور کیا اسکے اعلان میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہے

حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمکو جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا پتہ نہ بتادوں (حضرت) معاذ رضؓ نے عرض کیا وہ کونسا دروازہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ (ہر قسم کی طاقت وقوت اللہ کے ہاتھ میں ہے، مسند احمد اور طبرانی میں بھی یہ روایت الفاظ کے قدرے تفاوت کیے ساتھ اس طرح ہے کہ کیا میں تمکو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کا پتہ نہ بتادوں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ ننانوے امراض کی دوا ہے ان میں سب سے کمتر مرض رنج و غم ہے

زید بن ثابت رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ کیا میں تمکو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ بتانہ دوں، تم کثرت کے ساتھ لَاحَوْلَ

وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتے رہا کرو۔

عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا میں نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اسکی تفسیر جانتے ہو میں نے کہا اللہ اور اسکے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں آپنے ارشاد فرمایا کہ کسی گناہ سے بچنا ممکن نہیں ہے اگر حفاظت خداوندی شامل حال نہو اور اطاعت الٰہی پر قوت حاصل نہو اگر توفیق ایزدی ساتھ نہ دے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ بکثرت پڑھو کیونکہ وہ جنت کا خزانہ ہے۔

حضرت مکحولؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ وَلَا مَنْجَیٰ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس سے ستر پریشانیاں اور مصیبتیں دور فرمادیں گے کہ ان میں سے ادنیٰ درجہ کی مصیبت فقر ہے (مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں ایسا کلمہ جو عرش کے نیچے خزانۂ جنت میں سے ہے نہ بتادوں یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (بندہ جب یہ کلمہ پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ میرا بندہ مطیع و فرماں بردار بندہ بن گیا اس نے راہِ تسلیم و رضا اختیار کرلی (مشکوٰۃ)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ عوف بن مالک اشجعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے لڑکے سالم کو دشمن گرفتار کرلے گئے ہیں اسکی ماں سخت پریشان ہے مجھے کیا کرنا چاہئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو اور لڑکے کی والدہ کو حکم دیتا ہوں کہ تم کثرت کے ساتھ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا کرو۔ ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی، کثرت سے یہ کلمہ پڑھنے لگے اسکا اثر یہ ہوا کہ جن دشمنوں نے لڑکے کو قید کر رکھا تھا وہ کسی روز ذرا غافل ہوئے لڑکا کسی طرح انکی قید سے نکل گیا اور انکی کچھ بکریاں ہنکا کر ساتھ لیکر اپنے والد کے پاس پہونچ گیا (روح المعانی)

غور فرمائیے کہ یہ کلمہ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) زبان زد خاص و عام ہے مگر جن مواقع پر جیسے تیسے اسکو جھٹک کے ادا کر دیا جاتا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قلب و روح کی گہرائیوں میں اس عظیم الشان ذکر کی افادیت، برکت و عظمت پیوست نہیں ہے یا احادیث کے صفحات میں اسکا جو نورانی تذکرہ و تبصرہ ہے قلب و دماغ اس سے نا آشنا ہی ہیں۔ صد حیف مخبر صادق، ناطق وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کلمہ کو خزانۂ جنت، باب بہشت، امراض کا مداوا، دافع فقر و افلاس، مصائب کا نسخہ نجات اور کسی روایت میں غرس الجنۃ بتلایا ہو اس سے ایسی بے حسی اور بے توجہی باعث صد حسرت ہے۔ آئیے ان احادیث کے مطالعہ کے بعد اکابر و اسلاف کے فرمودات کی تفصیلی روشنیوں میں اس خزانۂ جنت کا مشاہدہ کریں۔

امام نووی شارح مسلم کا ارشاد

اس کلمہ کی فضیلت کا سبب یہ ہے کہ اسکے اندر تفویض و رضا کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اللہ کی ذات پر یقین کامل کا اعتراف ہوتا ہے اور یہ کہ اللہ جل شانہ کے علاوہ کوئی صانع نہیں اور اسکے حکم و فیصلہ کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے بندہ کو اپنے کام کا ذرا بھی اختیار نہیں ہوتا اور "کنز" کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ جنت میں ذخیرۂ ثواب ہے یعنی ایسا نفیس ثواب ہے جیسا کہ تمھارے پاس نفیس مال کا خزانہ ہو۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ "حول" کے معنی حرکت و حیلہ کے ہیں مطلب یہ ہوا کہ کوئی حرکت کسی قسم کی طاقت و قوت بغیر مشیت الٰہی کے غیر موثر ہے۔ (صحیح مسلم جلد-۲-)

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد گرامی

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دینی و دنیاوی ہر قسم کے مصائب اور مضرتوں سے بچنے اور منافع و مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اس کلمہ کی کثرت بہت مجرب عمل ہے اور اس کثرت کی مقدار حضرت مجددؒ نے یہ بتلائی ہے کہ روزانہ پانچسو مرتبہ یہ کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا کرے اور سو سو مرتبہ درود شریف اسکے اول و آخر میں پڑھکر اپنے مقصد کے لئے دعائیں کرے۔

(تفسیر مظہری بحوالہ معارف القرآن ج ۸ ص ۴۴۸)

حضرت حکیم الامتؒ کا فرمان

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ کانپور میں بعض پریشان کن حالات کے موقعہ پر جب حکومت کے ایک ظالمانہ قانون سے مشتعل ہوکر لوگ جلسہ جلوس اور مختلف تدابیر کر رہے تھے اور حضرت حکیم الامت کو بھی اس میں شریک کرنا چاہتے تھے) ارشاد فرمایا میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگ اس قصہ میں نہ پڑیں بلکہ اس مصیبت کی دوسری تدبیر کریں (چنانچہ ان لوگوں سے حضرتؒ نے ارشاد فرمایا) توبہ واستغفار کرو اور ہر روز کم از کم پانچسو مرتبہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا وظیفہ مقرر کرلو۔ انشاء اللہ ایک ہفتہ میں سب مصیبت دور ہوجائیگی۔ ان لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا اور عمل شروع کیا واقعی ایک ہفتہ گذرنے نہ پایا تھا کہ وہ حکم منسوخ ہوگیا اور امن وچین ہوگیا (ماخوذ از مفاسد گناہ)

جد محترم حضرت مصلح الامتؒ کا ارشاد گرامی

جد امجد مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں، اس زمانہ میں آفات ارضی وسماوی اور نئے نئے واقعات وحوادث صبح وشام جو دیکھنے اور سننے میں آرہے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی کا کچھ ٹھیک نہیں کہ کون کس وقت کس آزمائش میں گرفتار ہوجائے یا کن مصائب وآلام کا شکار ہوجائے لہٰذا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص اوقات میں شر اور ضرر سے تحفظ کے لئے جو ادعیہ تعلیم فرمائی ہیں مسلمان انھیں کے ذریعہ تحفظ حاصل کریں، ہر قسم کے شر سے بچنے کے لئے انھیں کو اپنا سپر بنائیں۔ - - - - - - -

- - - - - - - - آخر میں ایک اور دعا رہتا ہوں۔ قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی جو خلیفہ تھے مرزا مظہر جان جاناںؒ کے تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کی کثرت کو ہر دینی ودنیوی نفع کے حصول اور ضرر ونقصان کے دور ہونے کے لئے مفید ومجرب فرماتے تھے

اور کثرت سے مراد یہ ہے کہ روزانہ کم از کم پانچسو بار اسکو پڑھ لیا جائے اس طرح سے
کہ اول وآخر ایک ایک سو بار درود شریف بھی پڑھے (تالیفات جلد ۳)

حضرت حکیم الاسلامؒ کے حکیمانہ کلمات حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اسی کلمہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ اس
ذکر کا حاصل یہ ہے کہ عالم کی ہر چیز سے قوت و طاقت کی نفی کر کے یعنی ہر چیز کو عاجز
و بے بس جان کر صرف اللہ کو طاقت وقوت والا سمجھا جائے کہ تمام قوتوں کا سرچشمہ
وہی ہے کوئی مخلوق بھی اپنی ذاتی قوت سے کسی چیز پر حاوی و غالب نہیں ہے
اس ذکر کے ورد سے آدمی پر اپنی بے چارگی اور بے بسی منکشف ہوجاتی ہے
اسکا غرور ختم ہو جاتا ہے اور وہ صرف اللہ کی طاقت پر بھروسہ کر کے کام کرنے کا
عادی ہو جاتا ہے جس سے غیبی مدد شامل حال ہو جاتی ہے (کلماتِ طیبات)

گذری ہوئی احادیث اور اکابرین امت کے کچھ اقوال جو ابھی نظروں سے
گذرے ہیں ان کے مطالعہ کے بعد یقیناً اس بابرکت ذکر کی اہمیت وافادیت کھلکر
سامنے آگئی ہوگی تاہم ایک دو تاریخی واقعات کا ذکر بھی سنتے چلئے جس میں اسی
ذکر مقدس کے برکات غیبیہ کا تذکرہ ہے۔

ابوالخیر اسحٰق عراوی فرماتے ہیں کہ جب جہاد فارس میں شہر کرخ کے قریب
فارسی سپاہ کا جنرل ازدہر اسی ہاتھیوں کی فوج لیکر مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا
ان خونخوار ہاتھیوں کے پرے کو دیکھکر قریب تھا کہ مسلمانوں کے گھوڑے اور لشکر کی
تمام صفیں منتشر ہو جائیں مسلمانوں کے امیر لشکر محمد بن قاسم پریشان ہوئے، مختلف
تدبیریں کیں کوئی کارگر نہ ہوئی بالآخر چند بار آواز سے پڑھا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ
الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ حق تعالےٰ نے اس کلمہ کو مسلمانوں کے لئے ایک قلعہ بنا دیا کہ ہاتھی جو
اسلامی فوج پر چڑھے چلے آرہے تھے یکایک رک گئے حق تعالےٰ نے ان پر
سخت گرمی اور پیاس کو مسلط کر دیا جس کی وجہ سے پریشان ہو کر وہ پانی کی طرف
دوڑنے لگے فیل بانوں نے ہر طرح روکنا چاہا مگر وہ ان کے قابو سے باہر تھے۔
(الفرج بعد الشدۃ)

حبیب ابن مسلم رضؓ سے منقول کہ وہ جب کسی دشمن کے مقابلے پر جاتے تھے
تو کلمہ لاحول و لاقوۃ الا باللہ پڑھنے کو بہت پسند کرتے تھے ایک مرتبہ
انھوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کرنا چاہا اور یہ کلمہ شریف پڑھا تو رومی قلعہ
چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پھر مسلمانوں نے اس کا ورد کیا تو قلعہ کی دیواریں شق ہوگئیں
اور مسلمانوں کی فوج اندر داخل ہوگئی۔ (الفرج بعد الشدۃ)

اس وقت جبکہ عالم اسلامی شرور وفتن کے لپیٹ میں آچکا ہے۔
عرب جل رہا ہے۔ ہندوستان میں فسادات کی چنگاریاں ابتک سلگ رہی
ہیں۔ دوسرے ممالک اسلامیہ میں بھی بے اطمینانی وبے چینی کی فضا ہے۔ قارئین
سے التماس ہے کہ ان کلمات کے ورد کا اہتمام کریں اور لوگوں کو توجہ بھی دلائیں، خود بھی
پڑھیں اور ترغیب دلائیں کیونکہ مشکل حالات حادثات ومصائب کی سنگین گھڑیوں
میں یہی دعائیں ہماری بے سروسامانیوں کا سہارا، ہم بے نواؤں کا مداوا،
دل مضطر کا اطمینان، روح بے چین کے لئے سامان ڈھارس ہے۔ أَلَا
بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (سنو! اللہ جلّ وعلا کے ذکر سے ہی قلوب کو اطمینان
حاصل ہوتا ہے)

ایک بار پھر اس کلمہ خیر کو زبان پر لائیں اور اسکے معنی کا استحضار
کریں اور بار بار کریں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ (حالات
کو بدلنے کی اور ہر قسم کی قوت صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جو بہت ہی
بلند شان اور عظمتوں کا مالک ہے)